وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

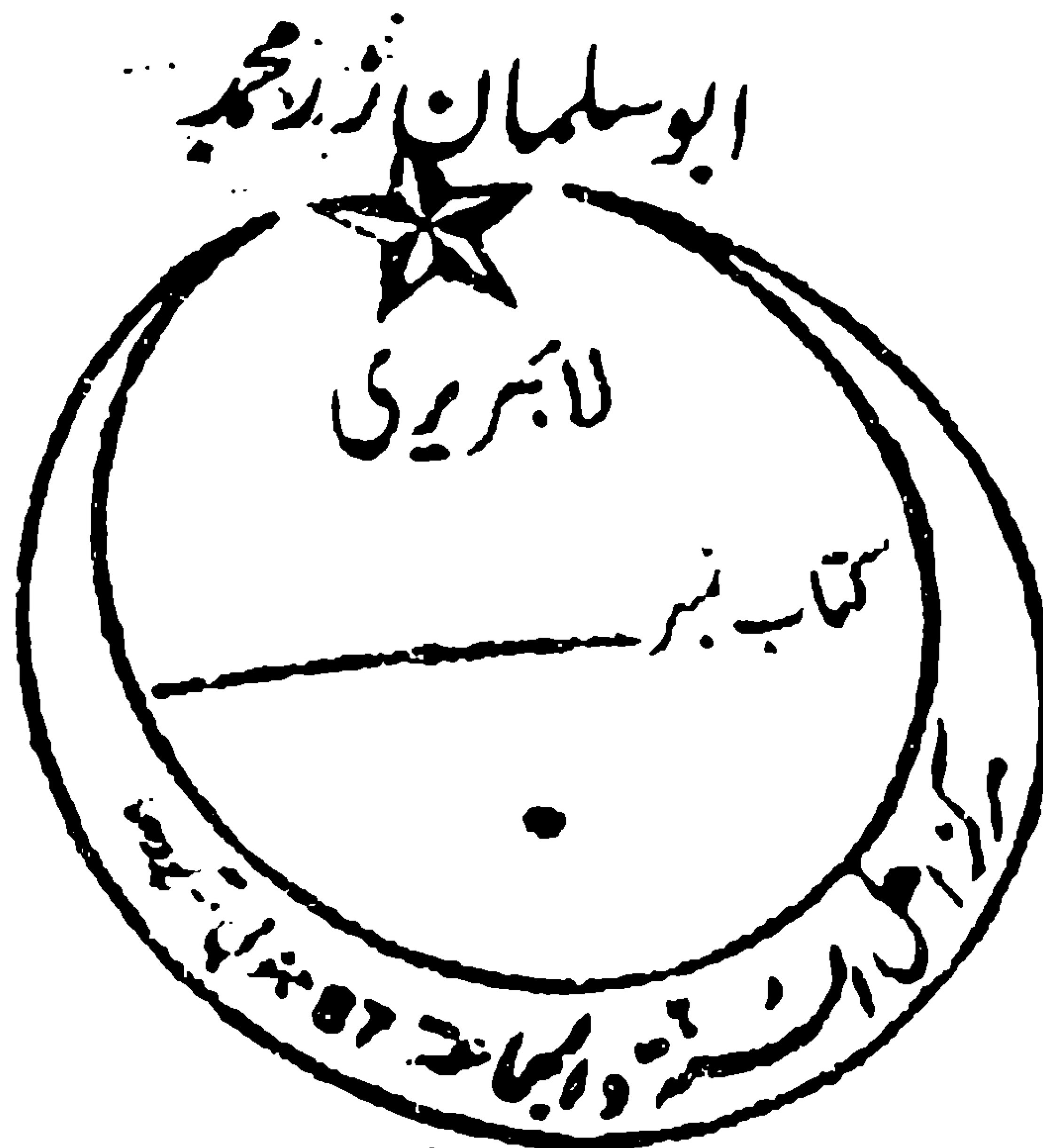
عقیدہ عذاب قبر
اور
اس کا انکار ایک سنگین غلطی

مؤلف:

حضرت مولانا ابو سلمان زر محمد

عقیدہ عذاب قبر

عقیدہ عذاب قبر
اور
اسکا انکار ایک سنگین غلطی



ناشر
مکتبہ عمرفاروق
شاہ فیصل کالونی نمبر 4 کراچی نمبر 25

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفِ چند)

مولانا ابوسلمان زرمحمد

مولانا ابوسلمان زرمحمد صاحب نے ۱۴۲۶ھ میں ایک کتابچہ بنام ”عذاب قبر اور اس کا انکار ایک سنگین غلطی“ مرتب کیا۔ جس میں بہت متنوع قسم کا معلوماتی ذخیرہ جمع کر دیا گیا۔ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی نے شائع کیا، جسے اس مجموعہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ کتاب کے بارے میں

حقیقت یہ ہے کہ: ''عقیدہ عذاب قبر'' جیسے دقیق اور باریک مسئلے پر قلم اٹھانے کے لئے جس علم کی گہرائی اور وسعت مطالعہ کی ضرورت ہے اس سے احقر قاصر ہے ۔

کہاں میں اور کہاں وہ نکہت گل نسیم صبح تیری مہربانی

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ''عذاب قبر'' کا مسئلہ جتنا اہم اور بنیادی ہے اتنا ہی بد باطن اور ملحد لوگوں نے اس کو مورد شبہات ٹھہرا کر ''فتنہ انکار عذاب قبر'' جیسے عظیم گناہ کو اپنے سر لیا ہے، حالانکہ صحیح احادیث اس عقیدے کے اثبات پر ناطق ہیں۔ اسی بات کو محسوس کرتے ہوئے بندہ نے اپنی علمی کم مائیگی کے اعتراف کے ساتھ اس سلسلے میں اہل علم کی ان تحقیقات اور توجیہات کو اس رسالے میں ایک خاص ترتیب دی ہے جو انہوں نے قرآن کریم، حدیث شریف اور اجماع امت کی روشنی میں پیش کی ہیں اہل علم و تحقیق کی تعبیرات اور توجیہات میں گو اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن بحیثیت مجموعی جو مشترک بات (Common Flement) ہے وہ یہ ہے کہ قبر میں راحت و عذاب کا معاملہ برحق ہے۔ جس سے انکار ایک کھلی گمراہی ہے۔

کتاب کی ترتیب کچھ یوں ہے:

۱...... کتاب کے شروع میں ایک تمہید باندھی گئی ہے، جس میں عذاب قبر کے انکار کے عوامل و اسباب اور دیگر متعلقہ امور کو شامل کیا گیا ہے۔

۲...... ہر بات کے لئے اصل مصادر و مراجع کے التزام کے ساتھ ساتھ عربی عبارات کے عام فہم ترجمے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳...... اصل مدعیٰ کی وضاحت میں آج کی مادہ پرست دنیا اور نئی نسل کے لئے کچھ منطقی، عقلی اور سائنسی مثالوں کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

۴...... عذاب قبر کی جزوی کیفیت اور کچھ عبرت انگیز واقعات باحوالہ نقل کئے گئے ہیں۔

۵...... عذاب قبر کا ثبوت چونکہ احادیث میں زیادہ صراحت کے ساتھ ہے، اس لئے ضمناً اسلام میں ''مقام حدیث'' کو بھی مختصراً لکھا گیا ہے۔

نوٹ: عذاب قبر کی کیفیت کو متعین کرنا دشوار ہے یعنی قطعی طور پر اس کی کوئی صورت متعین کرنا کہ جس کے انکار کرنے والے کو کافر کہہ دیا جائے، ناممکن ہے۔ یہی کہا جاسکتا ہے کہ عذاب قبر تو یقینی ہے اور اس پر ایمان لانا فرض ہے لیکن اس کی حقیقت اور کیفیت کا علم اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (ترجمہ: اکفار الملحدین ص ۶۵)

کتاب ہذا میں عذاب قبر کی کیفیت میں فرق اسلامیہ کے جو مختلف نقطہ ہائے نظر ہیں ان میں کسی خاص نقطہ نظر کو موضوع نہیں بنایا گیا ورنہ ہی مستقل طور پر کسی دوسری توجیہ کو تنقید کا نشانہ بنا کر تردید کی گئی ہے۔ بالکلیہ منکرین عذاب قبر کے مقابلے میں مذاہب فرق اسلامیہ اور نفس مسئلہ کی وضاحت کتاب کا موضوع ہے، تاہم یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ عذاب و ثواب کا تعلق جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔

ناسپاسی ہوگی اگر اپنے ان دوستوں کا ذکر نہ کروں جنہوں نے مجھے مفید مشورے دے کر میری حوصلہ افزائی کی، خصوصاً مولانا کمال الدین صاحب کا ممنون ہوں کہ جنہوں نے کتاب کی ترتیب وتدوین کے دوران مجھے کچھ کتابیں فراہم کر کے بھرپور تعاون سے نوازا اور مصروفیات کے باوجود مسودے کو بالاستیعاب اصلاح کی نیت سے ملاحظہ بھی فرمایا۔

اہل علم کی خدمت میں گزارش ہے کہ اپنی حد تک کوشش کے باوجود اگر اس رسالے میں کوئی کمی یا غلطی محسوس ہو تو تصویب کی غرض سے مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور بندہ سیاہ کار کے لئے ذخیرہ آخرت بنائیں۔ فقط: بندہ زر محمد غفرلہ

تمہید

آج کے اس پرفتن دور میں دین اسلام کے ہر ہر رکن پر عقلی اعتراضات کا بڑا زور ہے، عقائد واعمال کے اسرار اور بھید کے معلوم نہ ہونے پر لوگ کفر بکتے ہیں۔ نماز کو نعوذ باللہ اٹھک بیٹھک اور جسمانی ورزش سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ مغربی خیالات وافکار کے باعث اسلام کے متعلق آئے دن شکوک وشبہات پیدا کئے جارہے ہیں۔ ایک فتنہ ختم نہیں ہو پاتا کہ دوسرے کا بھی ایک خطرناک طوفان سامنے آتا ہے۔ اسلام پر غیر مسلم قوم کا روز اول سے لے کر اب تک ہمیشہ الزام ہی رہا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کہا گیا: ''تمہارا نبی تمہیں ہر قسم کی تعلیم دیتا ہے، حتیٰ کہ وہ تمہیں آداب استنجاء تک کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی راہنمائی بھی کرتا ہے۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا: ''اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر چیز سکھلاتے ہیں تا آں کہ استنجاء کے آداب کی تعلیم دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم استنجاء کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کر کے نہ بیٹھیں اور داہنے ہاتھ سے استنجاء نہ کریں نیز گوبر اور ہڈی سے استنجاء نہ کریں اور استنجاء کے لئے ہم تین ڈھیلے استعمال کریں۔'' (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الاستطابۃ)

آج سب غیر مسلم قوم خواہ کسی بھی شکل میں ہو وہ اپنی تقریری، تحریری، علمی اور عملی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر پوری قوت وتوانائی کے ساتھ اسلام پر جارحانہ اعتراضات اور سوالات سے امت مسلمہ میں انتشار پھیلانا چاہتی ہے۔ اہل اسلام کو دہشت گرد، متعصب، دقیانوسی، انتہا پسند، بے جا شبہات اور تنگ نظر جیسے القابات سے تعبیر کر کے دنیا میں بدنام کرنے کی کوشش کرتی ہے، لیکن ؎

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دشمنان اسلام نے نہ صرف یہ کہ اعتراضات اور بدنامی کے وار کئے، بلکہ امت مسلمہ سے ان کا اصل سرمایہ قرآن وحدیث کی تعلیمات، اسلامی روایات اور احساس خودداری کو مٹانے کے لئے رفتہ رفتہ جدید طریق تعلیم رائج کر کے قدیم دینی اور مذہبی تعلیم کو فنا کے گھاٹ اتارا ہے۔ اس سلسلہ میں خود انگریزوں کی شہادت زیادہ وقیع ہوسکتی ہے۔ ڈبلیو ہنٹر، آئی سی ایس (W.Hinter.I.C.S) مسلمانوں کی تعلیمی سلسلہ کی بابت تحریر کرتا ہے: ''ہم اپنے دور حکومت کے پچھلے ۷۵ سالوں میں انتظام ملک کی خاطر اسی طریقہ تعلیم (یعنی مسلمانوں کی طرز تعلیم) سے متواتر فائدہ اٹھاتے رہے، گو اس دوران میں ہم نے اپنا طریقہ تعلیم بھی رائج کرنا شروع کردیا تھا۔ پھر جونہی ایک

نسل اس نئے طریقے کے ماتحت پیدا ہوگئی ہم نے مسلمانوں کے پرانے طریقے کو خیر باد کہہ دیا جس سے مسلمانوں پر ہر قسم کی سرکاری (سیاسی) زندگی کا دروازہ بند ہوگیا۔"

مسلمانوں کی قدیم تعلیم کو مٹا کر اور جدید تعلیم کو اسلامی رجحانات سے کلیۃ خالی رکھ کر مسلمانوں کو جس جدید تعلیم میں لگا یا گیا اس کا مقصد لارڈ میکالے کے مشہور الفاظ میں یہ ہے کہ: "ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ و نسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کے لحاظ سے انگریز ہوں۔" (ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۲۴۷)

اللہ نے اسلام کو ابدی مذہب بنایا ہے جو قیامت تک مٹنے والا نہیں ہے، لیکن ہم نے خود اس کے مٹانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس لئے کہ مذہب کی بقاء تعلیم پر ہے اور جب تعلیم کو سرے سے ختم کر کے غیر مسلم کی طرح ہم بھی اسلامی روایات کو غیر منطقی، نا قابل عمل اور دقیانوسی قرار دینے کے ساتھ ساتھ ان کو مختلف قسم کے فلسفی، عقلی اور اختراعی اعتراضات کا نشانہ بنادیں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ملت اسلام کو مٹانے کے خود ذمہ دار ہیں ؎

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

جو نئی نئی گمراہیاں ہمارے اس دور میں پیدا ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کچھ لوگوں نے جن کی طبیعتوں میں، آزادی، آوارہ مزاجی، افکار و خیالات میں جدت پسندی اور بے راہروی ہے، عوام میں ایسے عامیانہ وجاہلانہ شبہات اور وسوسے پیدا کرنا شروع کر دیئے جس سے قبر کے سوال جواب اور عذاب وراحت کے متعلق بعض ضعیف الایمان اور کم فہم لوگوں کے دلوں میں توہمات پیدا ہوا کرتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ عقل کی بنیاد پر جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو سرے سے قبر کے عذاب وکلفت اور راحت کا صراحۃ انکار کرتا ہے۔

عقل کا دائرہ

انکار کی پہلی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ عذاب قبر کے مسئلے کو اپنی محدود اور ناقص عقل کے ترازو میں تول کر اس کو سمجھ میں نہ آنے والی بات سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ ہماری عقل وفہم کی طاقت اور اس کا دائرہ عمل بہت محدود ہوتا ہے۔ کسی حقیقت کا صرف اس بنیاد پر انکار کر دینا کہ ہم اس کو نہیں دیکھتے یا ہماری عقل اس کو نہیں سمجھتی۔ بڑی بے عقلی کی بات ہے۔

حیرت ہے! آج کل جو بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو اسے خلاف عقل اور غیر منطقی قرار دیتے ہیں اور پھر نصوص میں اپنی طرف سے تحریف وتاویل کا ایک نیا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک پل صراط پر چلنا، معادیات اور معجزات وغیرہ سب خلاف عقل ہیں۔ حالانکہ ایمان بالغیب یعنی رسول اکرم ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو یقینی طور پر دل کی گہرائیوں سے ماننا متقی اور مؤمن کی بنیادی صفت ہے اور پھر غیب سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور ان کا علم بداہت عقل اور حواس خمسہ کے ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، تقدیری امور، جنت و دوزخ کے حالات، قیامت اور اس سے پیشتر آنے والے واقعات، فرشتے تمام آسمانی کتابیں اور تمام انبیاء سابقین پر ایمان لانا داخل ہے لیکن عقل کے پرستاروں کے ہاں اب ایمان کے یہ معنی نہ رہے، بلکہ ان کے نزدیک ایمان کہتے ہیں اس چیز کے ماننے کو جو حضور ﷺ کی بیان کردہ باتوں میں سے ان کی عقل کے مطابق ہو۔

در حقیقت شریعت مقدسہ علم وعمل دونوں سے مرکب ہے تو اس کے لئے دو قوتوں، قوت علمیہ اور قوت عملیہ کی ضرورت ہے۔ قوت علمیہ کا تعلق عقل سے ہے اور قوت عملیہ کا ارادہ سے، لیکن شریعت میں عقل کے افراط وتفریط سے کا کام نہیں چلتا ہے، بلکہ اعتدال کی ضرورت ہے جس کا نام حکمت ہے جب عقل بے قابو ہو جاتی ہے تو ہر چیز میں احتمالات پیدا کرنے لگتی ہے جس سے آدمی وہمی ہو جاتا ہے۔ بہر حال عقل سے اتنا کام تو لینا چاہئے کہ آدمی توحید ورسالت کو سمجھے اور کلام لینے سے پہلے حکم شرعی کی تابعداری کرنی چاہئے۔ اللہ اور رسول کے آگے گردن جھکا دینی چاہئے، چاہے حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

ہر چیز کی طرح عقل کی بھی ایک حد ہے، اس لئے کہ آنکھ کی طرح یہ بھی ایک قوت ہے، چنانچہ آنکھ کی قوت کی ایک حد ہے اس سے آگے دوربین لگانے کی ضرورت ہے، ایسے ہی شریعت میں کسی حد تک عقل کام تو دیتی ہے، مگر آگے دوربین وحی سے کام لینا ضروری ہے، سمعیات میں عقل کا کام نہیں وہاں تو اتباع رسول کی ضرورت ہے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

دنیا میں بھی بہت جگہ عقل کو چھوڑ کر ہم کسی نہ کسی کا اتباع تو کرتے ہیں کسی ڈاکٹر، طبیب اور معالج کے پاس جا کر اس کا تجویز کردہ نسخہ بغیر چوں وچرا اس کے استعمال کرتے ہیں، اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ اس نسخہ میں فلاں دوا کیوں لکھی؟ کسی کو معالج سے ان باتوں میں الجھتا ہوا نہیں دیکھا گیا ہے۔ افسوس دنیا کے کاموں میں تو عقل کو دخل نہ دیا جائے اور امور آخرت عالم برزخ وغیرہ میں اس کی کوئی بھی حد نہ ہو۔ (ملخص از اشرف الجواب ج ۳ ص ۳۶۰)

''علم الکلام'' میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''ہمارا دعوی ہے کہ عالم کی کوئی شئے ہرگز ذرہ برابر خلاف عقل نہیں، خلاف عقل ہونا جب متصور ہو سکتا ہے کہ جب وہاں عقل کی رسائی ممکن ہو، لیکن جس جگہ عقل کی رسائی ممکن نہ ہو۔ وہاں یہ حکم لگا دینا کہ یہ شئے خلاف عقل ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ خلاف عقل ہونا اور شئے ہے اور عقل کا نہ پہنچنا اور شئے ہے اس طرح راحت وعذاب قبر کو سمجھنا چاہئے کہ وہ عالم غیب اور عالم برزخ کا معاملہ ہے۔ اس کے مشاہدہ کے لئے عالم دنیا کی آنکھیں کافی نہیں۔ بہر حال یہ سب عالم برزخ کی چیزیں ہیں جہاں عقل کی رسائی نہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ''ملکوت السموات والارض'' کا مشاہدہ کرایا ہے۔ سوائے ان کے اتباع کے کوئی چارہ کار نہیں۔'' (علم الکلام مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ ص ۲۵۰)

انکار کی دوسری وجہ یہ ہے کہ علوم قرآن وحدیث اور ان کے مبادی سے ناواقف طبقے کی یہ عقل اختراعی ہے کہ ہم جب قرآن کریم کا براہ راست مطالعہ (Study) کرتے ہیں، تو قرآن کی کسی بھی سورۃ میں ''عذاب قبر'' کا تذکرہ نہیں ہے۔

یہاں اولاً یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جو لوگ قرآن کریم کے صرف ترجمے اور تفسیر کا مطالعہ کریں یا معمولی عربی زبان پڑھ لیں تو وہ خود کو قرآن کا ایک بڑا عالم سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک خطرناک طرز عمل ہے، جو دین کے معاملہ میں نہایت گمراہی کی طرف لے جاتا ہے اگر کوئی شخص محض انگریزی زبان سیکھ کر میڈیکل (Medical) سائنس (Science) کی کتابوں کا مطالعہ کر لے تو دنیا کا کوئی صاحب اسے ڈاکٹر یا سائنسدان تسلیم نہیں کرتا، ڈاکٹر بننے کے لئے باقاعدہ ماہر استاد سے تعلیم وتربیت حاصل کرنا ضروری ہے، ہر علم وفن کا ایک خاص طریقہ اور اس کی مخصوص شرائط ہوتی ہیں جنہیں پورا کئے بغیر اس علم وفن میں اس کی رائے معتبر نہیں سمجھی جاتی تو آخر قرآن وسنت اتنے لاوارث کیسے ہو

سکتے ہیں کہ ان کی تشریح و تفسیر کے لئے استاد کی ضرورت نہ ہو۔ نیز مفسر قرآن کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کے نحو و صرف اور بلاغت و ادب کے علاوہ حدیث فقہ و تفسیر اور عقائد و کلام کا وسیع و عمیق علم رکھتا ہو۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآن کی آیات میں غور کئے بغیر صرف اپنی عقل کے بھروسے پر یوں کہنا کہ عذاب قبر کے مسئلے کا تعلق کسی بھی طرح قرآن سے نہیں اور احادیث میں بھی تعارض ہے سراسر غلطی اور علوم دینیہ سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

قبر کی کلفت و راحت قرآن وحدیث سے ثابت ہے

مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں راحت و عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارہ اور رسول کریم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ اس کے علاوہ اجماع امت بھی اس پر شاہد ہے۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۴۸، وج ۷ ص ۶۰۳)

قرآن کریم سے چند دلائل

۱...... ''النار یعرضون علیها غدواً وعشیاً ویوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب (المومن:۵)'' اور فرعون والوں پر (مع فرعون کے) تکلیف دینے والا عذاب نازل ہوا (جس کا بیان یہ ہے کہ وہ لوگ (برزخ) میں صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس روز قیامت ہوگی (حکم ہوگا) کہ فرعون والوں کو (مع فرعون کے) نہایت سخت عذاب میں داخل کرو۔ (بیان القرآن)

صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ: ''آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں ہر روز صبح اور شام دو مرتبہ جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں اور جہنم کو دکھلا کر ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا یہ ٹھکانہ ہے۔'' (اخرجہ عبدالرزاق وابن ابی حاتم بحوالہ مظہری و احکام القرآن از مفتی محمد شفیع ج ۴ ص ۶۸)

حافظ ابن کثیر عماد الدین الشافعی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''وهذه الآية اصل كبير في استدلال اهل السنة على عذاب البرزخ في القبور'' (تفسیر ابن کثیر، ج ۱ ص ۸۱ طبع مصر)

یہ آیت کریمہ قبر میں عذاب برزخ کے اثبات کے سلسلے میں اہل سنت کے لئے ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ''یہ آیت دلیل ہے عذاب قبر کی اور احادیث متواترہ اور اجماع امت اس پر شاہد ہیں۔'' (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۴۸)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسی آیت کریمہ سے اثبات عذاب قبر پر استدلال فرمایا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قال القرطبي: الجمهور على ان هذا العرض يكون في البرزخ وهو حجة في تثبيت عذاب القبر مطلقاً'' (فتح الباری ج ۱ ص ۳۸۰)

قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمہور کا موقف یہ ہے کہ یہ پیش ہونا عالم برزخ میں ہوگا اور یہ مطلقاً عذاب قبر کے اثبات پر حجت اور دلیل ہے۔

بہر حال مذکورہ ارشاد سے معلوم ہوا کہ صبح و شام فرعونیوں کو آگ کے عذاب پر پیش کیا جاتا ہے اور وہی عذاب قبر اور عذاب برزخ کہلاتا ہے۔ کیونکہ قیامت کا عذاب اللہ کے فرمان: ''ويوم تقوم الساعة'' کے الفاظ

سے بیان کیا گیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ قیامت کا عذاب آگ میں داخل کر کے دیا جائے گا۔ جب کہ قبر کے عذاب کے وقت وہ آگ میں داخل نہیں ہیں، انہیں آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور آگ کی لپیٹیں ان کو پہنچ رہی ہیں، اب جو حکم فرعونیوں کا ہے وہی حکم جملہ کفار و مشرکین کا بھی ہے۔

عذاب قبر کی وحی قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی یا مدینہ منورہ میں

فرعون کے حق میں آیات: ''النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا ویوم تقوم الساعة (المؤمن:۵)''

سورت مؤمن کی آیات ہیں جو باتفاق ائمہ مفسرین مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورت ہے تو ان آیات میں عذاب قبر کا ذکر یہ بتلاتا ہے کہ قبل از ہجرت مکہ مکرمہ ہی میں عذاب قبر کے بارے میں وحی نازل ہو چکی تھی لیکن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کی تخریج کردہ حدیث جس کا یہ مضمون ہے کہ ایک یہودی عورت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آیا کرتی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی مدد فرمایا کرتیں تو جب بھی اس کے ساتھ کوئی احسان وغیرہ کرتیں تو وہ یہودیہ یہ دعا دیتی کہ: ''وقاك الله عذاب القبر'' اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب قبر سے بچائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ یہودی عورت جھوٹ بولتی ہے اور یہ لوگ تو اللہ پر بہت ہی جھوٹے ہیں قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ روز گزرنے کے بعد ایک روز نصف النہار کے وقت اپنی چادر اوڑھے ہوئے باہر نکلے اور گھبراہٹ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم باآواز بلند فرما رہے تھے: ''القبر کقطع اللیل المظلم'' کہ قبر تورات کی تاریک ٹکڑوں کی طرح ہے۔

اے لوگو! اگر تم کو یہ باتیں معلوم ہو جائیں جو میں جانتا ہوں تو تم لوگ کثرت سے رویا کرو اور کم ہنسا کرو، اے لوگو! پناہ مانگو اللہ کے عذاب قبر سے، کیونکہ عذاب قبر حق ہے اس حدیث کو اگرچہ بخاری و مسلم نے روایت نہیں کیا مگر یہ ان کی شرط پر ہے، اسی طرح ایک اور حدیث کا مضمون بھی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ ان دونوں حدیثوں کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ آیت و روایت میں تطبیق کے لئے یا تو یہ جواب دیا جائے کہ آیت قرآنیہ سے ارواح کفار کا عالم برزخ میں صبح و شام جہنم کی آگ پر پیش کیا جانا مراد ہے یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کی اذیت و کلفت کا ان کے اجسام کے ساتھ قبور میں بھی اتصال و تعلق ہوگا تو قرآن کریم سے تو اتنا ہی علم ہوا تھا کہ ارواح جہنم پر پیش کی جائیں گی۔ رہا اس اذیت و عذاب کا جسم تک پہنچنا یہ صرف احادیث کے ذریعے معلوم ہوا تو گویا عذاب ارواح کی وحی سے معلوم ہوا اور عذاب اجساد کا علم مدینہ منورہ میں ہوا یا تطبیق کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آیت سے برزخ میں کافروں کے عذاب کا علم ہوا۔ یہ مضمون اس کی دلیل نہ تھا کہ مؤمن پر بھی قبر میں عذاب ہو سکتا ہے پھر مدینہ منورہ میں اس یہودیہ کے قصہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتایا گیا مؤمن کی بھی قبر میں آزمائش ہوگی اور اس کے واسطے بھی اس کی معصیتوں پر عذاب قبر ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''انکم تفتنون في القبور قریبا من فتنة الدجال'' چنانچہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ و مسلم رحمۃ اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے یہ حدیث تخریج فرمائی ہے: ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده بالغداة والعشي اذا کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان کان من اهل النار فمن اهل النار فیقال هذا مقعدك حتی یبعثك الله عز وجل الی یوم القیمة'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم

میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانہ صبح وشام پیش (اور ظاہر) کیا جاتا ہے اگر اہل جنت سے ہوتا ہے تو جنت والوں کا ٹھکانہ، اور اگر اہل جہنم سے ہوتا ہے تو جہنم والوں کا ٹھکانہ، اور ان میں سے ہر ایک کو یہی کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ یہاں تک کہ تجھ کو اللہ عزوجل قیامت کے روز اٹھانہ لے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

تطبیق کی یہی صورت بہتر معلوم ہوتی ہے کہ عذاب برزخ جو مکی آیات میں ہے وہ کافروں کے حق میں معلوم ہوتا ہے اور یہ تصریح نہ تھی کہ مؤمن کے لئے بھی قبر میں عذاب وآزمائش ہے، تا آنکہ بعد از ہجرت مدینہ منورہ میں وحی کے ذریعے اس کی بھی تصریح کردی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب! (معارف القرآن از مولانا کاندھلوی)

۲...... ''ولو ترى اذ الظالمون في غمرات الموت والملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غير الحق وكنتم عن آياته تستكبرون (الانعام: ۹۳)'' اور اگر دیکھے جس وقت کہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے اور (کہیں گے) کہ نکالو اپنی جانیں، آج کے دن تمہیں بدلہ ملے گا ذلت کے عذاب کا اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹی باتیں کہتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کیا کرتے تھے۔

''الیوم'' جس کے معنی آج کے ہیں، ظاہر ہے کہ اس سے وہی زمانہ مراد ہے جس وقت سے فرشتے بدن سے روح نکالتے ہیں یعنی اس سے ہمارا دنیاوی آج مقصود نہیں ہے جو چوبیس گھنٹوں میں ختم ہوجاتا ہے، بلکہ برزخ کا پورا زمانہ ہے۔ فتح القدیر، شوکانی، تفسیر ابوالسعود اور تفسیر روح المعانی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کتاب الروح میں لکھتے ہیں کہ: ''روح نکلنے کے بعد جس عذاب کا ذکر کیا گیا ہے یہی عذاب قبر ہے اور چونکہ الفاظ استعمال کرنے والے معصوم فرشتے ہیں اس لئے اگر مرنے کے بعد جلدی ہی عذاب نہ ہو تو معاذ اللہ! یہ کلام صادق نہ رہے گا اور جب یہ ارشاد حق ہے تو ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد عذاب ہے۔'' (کتاب الروح ۹۳)

اس آیت سے بھی عذاب قبر پر امام بخاری نے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے: ''هذا عند الموت، والبسط الضرب يضربون وجوههم وادبارهم'' یہ موت کے وقت ہوگا اور پھر فرشتے ان کے چہروں اور پشتوں پر ضرب لگائیں گے۔

(فتح الباری بحوالہ احکام القرآن ج ۴ ص ۸۲)

۳...... ''مما خطيئاتهم اغرقوا فادخلوا نارا فلم يجدوا لهم من دون الله انصاراً (النوح: ۲۵)'' اپنے انہیں گناہوں کے سبب وہ غرق کئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے اور اللہ کے سوا ان کو کچھ حمایتی بھی میسر نہ ہوئے۔

اس آیت کے تحت تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ: ''فادخلوا ناراً في عالم البرزخ المستمي بالقبر فهذه الآية دليل على إثبات عذاب القبر لأن الفاء للتعقيب''

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ: ''فادخلوا ناراً هي نار البرزخ والمراد عذاب القبر'' یعنی یہ آیت بھی عذاب قبر کے اثبات پر اہل سنت کی محکم دلیل ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ میں فادخلوا میں حرف فاء داخل ہے جو عرب کے قاعدے کے مطابق تعقیب بلا تاخیر کے لئے آتا ہے، یعنی مرنے کے بعد فوراً عذاب میں ڈالے گئے اور ظاہر ہے یہاں جہنم کی آگ تو مراد نہیں کیونکہ اس میں داخلہ تو قیامت کے حساب وکتاب کے بعد ہوگا اور قیامت تو اب تک قائم ہی نہیں ہوگی لامحالہ یہ برزخی آگ ہے جس میں داخل ہونے کی قرآن کریم نے خبر دی ہے۔

۴...... ''یثبت الله الذین أمنوا بالقول الثابت في الحیوۃ الدنیا و فی الأخرۃ (ابراھیم:۲۷) '' دنیا اور آخرت کی زندگی میں اس قول ثابت کے ذریعہ اللہ پاک مؤمنوں کو استقامت دیتے ہیں۔

بخاری میں صحیح مرفوع روایت آیت مذکورہ کی تفسیر میں ہے کہ: ''ثم یشھد ان لا الہ إلا الله و أن محمدا رسول الله فذلك قوله یثبت الله الذین امنوا نزلت في عذاب القبر '' پھر مؤمن بندہ اللہ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے۔

چنانچہ آیت کریمہ: ''یثبت الله الذین '' جو عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے کا یہی مطلب ہے۔

۵...... ''ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملئکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم وذوقوا عذاب الحریق (الانفال:۵۰) '' اور اے نبی کاش! آپ اس وقت کو دیکھتے کہ جب فرشتے کافروں کی ارواح قبض کرتے ہیں اور (روح قبض کرتے وقت) ان کے مونہوں پر اور ان کے سرینوں پر (آگ کے گرز) مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ جلنے کے عذاب کا مزہ چکھو۔

ان آیات میں کفار کی برزخی ذلت کو بیان کیا گیا ہے اور یہ عذاب دوزخ کا مقدمہ ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عثمانی میں آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بہت سے مفسرین نے اس کو بھی بدر کے واقعہ میں داخل کیا ہے یعنی اس وقت جو کافر مارے جاتے تھے ان کے ساتھ فرشتوں کا معاملہ یہ تھا مگر الفاظ آیت کے سب کافروں کو عام ہیں اس لئے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عالم برزخ کا ہو۔

(تفسیر عثمانی مطبوعہ سعودی عرب ص ۲۴۳)

۶...... منافقین کی نسبت قرآن کی سورۃ توبہ میں ہے ''سنعذبھم مرتین ثم یردونا الی عذاب عظیم (التوبۃ:۱۰۱) '' ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے اور پھر ان کو عظیم عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔

دو دفعہ کے عذاب سے دنیا میں قتل یا قید و بند یا ظہور نفاق سے ذلت و رسوائی اور مرنے کے بعد قبر کا عذاب مراد ہے اور ''عذاب عظیم '' آخرت کا عذاب ہے، عذاب قبر کے سلسلے میں امام بخاری نے اس سے بھی استدلال کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''قال: خطب رسول الله ﷺ یوم الجمعۃ فقال اخرج یا فلان فانک منافق فذکر الحدیث و فیه ففضح الله المنافقین فھذا العذاب الأول و العذاب الثانی عذاب القبر ''

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۸، بحوالہ احکام القرآن ج ۴ ص ۸۲، تفسیر ابن عباس ص ۱۳۲ و تفسیر معالم التنزیل وخازن وغیرہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضور نے خطبہ ارشاد فرمایا اور پھر فرمایا فلاں! نکل جاؤ تم منافق ہو (اس کے بعد راوی نے مکمل حدیث ذکر کی) اس کے آخر میں یہ ہے کہ اللہ نے منافقوں کو رسوا کیا، یہ پہلا عذاب ہے اور دوسرا عذاب، عذاب قبر ہے۔

آگے طبری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں: ''قال الطبری: و الاغلب أن إحدی المرتین ھو عذاب القبر ''

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دو عذابوں میں ایک عذاب، عذاب قبر متعین ہے۔ البتہ دوسرے میں احتمالات ہیں۔

۷...... ''قالوا ربنا أمتنا اثنتین و أحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا (المومن:۱۱) '' وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تو موت دے چکا ہم کو دوبارہ، اور زندگی دے چکا ہم کو دوبارہ، چنانچہ اب ہم نے گناہوں کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قال الامام ان اکثر العلماء احتجوا بهذه الآية في اثبات عذاب القبر آنهم أثبتو الأنفسهم موتتين فاحدى الموتتين مشاهدة في الدنيا فلابد من اثبات حيات أخرى في القبر ''

(روح المعانی جز ۲۴ ص ۵۲، بیضاوی ص ۵۶، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۵۱، ابن کثیر ج ۱ ص ۶۷)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عذاب قبر کے سلسلے میں یہ آیت کریمہ اکثر علماء کا متدل ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے لئے دو موت ثابت کی ہیں۔ ایک تو ظاہر ہے کہ دنیا میں ہے، لہٰذا دوسری موت کا قبر میں ہونا ضروری ہے۔

۸...... ''ومن أعرض عن ذكري فان له معيشة ضنكاً ونحشره يوم القيامة أعمى (طه: ۱۲۴)'' جس نے میرے ذکر (قرآن مجید) سے روگردانی کی تو اس کی زندگی تنگ ہوگی اور قیامت کے دن اس کو نابینا کر کے اٹھایا جائے گا۔

آیت کریمہ کی تفسیر میں ابن کثیر نے ابوسعید کی روایت نقل کی ہے: معيشة ضنكاً، قال يضيق عليه قبره حتى تختلف اضلاعه فيه ابوسعید فرماتے ہیں کہ اس پر قبر تنگ ہو جائے گی حتیٰ کہ اس کی پسلیاں آر پار ہو جاتی ہیں۔

بزار کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ''فان له معيشة ضنكا؟ قال عذاب القبر، اسناد جيد '' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس تنگی سے عذاب قبر مراد ہے۔ اس حدیث پاک کی سند عمدہ ہے۔

مختصر تذکرۃ القرطبی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے۔

(دیکھئے: اس آیت کے تحت ابن کثیر و مختصر تذکرۃ القرطبی ص ۳۶)

۹...... ''ولنذيقنهم من العذاب الأدنى دون العذاب الاكبر (السجدة: ۲۱)'' البتہ ہم چکھائیں گے ان کو بڑے عذاب سے قبل چھوٹا عذاب۔

چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

(شرح فقہ اکبر مصری ص ۹۱، احکام القرآن ج ۱ ص ۵۸)

۱۰...... ''الهكم التكاثر، حتى زرتم المقابر، كلا سوف تعلمون، ثم كلا سوف تعلمون (التكاثر: ۱ تا ۴)'' غفلت میں رکھا تم کو مال کی بہتات نے یہاں تک کہ قبروں تک پہنچ گئے، ہرگز نہیں جلد ہی تم جان لو گے، پھر ہرگز نہیں جلد ہی تم جان لو گے۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر فرماتے ہیں: ''حتى زرتم المقابر يعني صرتم الى المقابر فدفنتم فيها، وفي هذا دليل على صحة القول بعذاب القبر '' یعنی تم قبروں تک گئے اور ان میں دفن کئے گئے، اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عذاب قبر کا قول صحیح ہے، آگے استشہاد کے لئے روایات نقل کی ہیں، جس میں ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے فرماتے ہیں کہ: ''كنا نشك في عذاب القبر حتى نزلت هذه الاية: الهكم التكاثر الى كلا سوف تعلمون ''

ابتداء میں عذاب قبر کے بارے میں ہمارا شک تھا۔ چنانچہ آیت کریمہ: ''الهكم التكاثر '' نازل ہوئی تو ہمارا شک دور ہوا۔ (سورۃ تکاثر کی تفسیر کے تحت ابن جریر طبری ج ۳۰ ص ۲۸۴)

استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے ان لوگوں کو زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) سے خبردار کیا، جن کو دنیا کی دولت نے غافل کر رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جب تم قبروں میں آؤ گے تو جان لو گے جو سزا تمہیں ملے گی۔ نیز تفسیر قرطبی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ: ''فتضمنت السورة القول في عذاب القبر '' یعنی یہ سورت عذاب قبر پر دلیل ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں: ''الایمان بہ واجب، والتصدیق بہ لازم'' یعنی عذاب قبر کے برحق ہونے پر ایمان واجب ہے اور ان کی تصدیق ضروری ہے۔ اہل علم نے ان آیات کے علاوہ دوسری آیات سے بھی استدلال کیا ہے۔ چنانچہ ''شرح فقہ اکبر ص ۱۹، ثمار التنکیت للنواب ص ۲۸ اور کتاب الروح ص ۹۴'' میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کی آیات کا تفصیلاً ذکر کیا ہے، جن سے قبر کا عذاب و راحت بخوبی ثابت ہو جاتا ہے۔

عذاب قبر (برزخ) اور انجیل لوقا

انجیل لوقا کے دسویں باب کی انیسویں آیت میں عنوان ذیل کے تحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے۔

ایک دولت مند اور غریب کی تمثیل

ایک دولت مند جو نہایت عیش و آرام میں تھا، اور ایک غریب تھا، دونوں کا انتقال ہو گیا، ۲۲ ویں آیت میں ہے کہ جب وہ غریب مر گیا تو فرشتوں نے اسے لے جا کر ابراہیم کی گود میں رکھ دیا اور دولت مند کو عالم ارواح کے درمیان عذاب میں رکھ دیا جب اس نے آنکھ اٹھائی تو اس غریب کو حضرت ابراہیم کی گود میں دیکھا تو پکار کر یہ کہا اے باپ! ابراہیم رحم کر اور اس غریب کو میرے پاس بھیج تاکہ اپنی انگلی کے پانی سے مجھ کو تر کر دے، کیونکہ میں آگ میں تڑپتا ہوں۔ بعد ازاں دولت مند نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے درخواست کی کہ اس کو میرے باپ کے گھر بھیج دیجئے۔ کیونکہ میرے پانچ بھائی ہیں تاکہ ان کے سامنے جا کر گواہی دے ایسا نہ ہو کہ وہ بھی اس عذاب کی جگہ میں آئیں۔ ابراہیم نے کہا کہ ان کے پاس موسیٰ اور دوسرے نبی ہیں اس نے کہا شاید مردوں میں سے اگر کوئی ان کے پاس جائے تو وہ توبہ کر لیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا جب وہ موسیٰ علیہ السلام اور نبیوں علیہم السلام ہی کی نہیں سنتے تو اگر مردوں میں کوئی جی اٹھے تو اس کی بھی نہ مانیں گے۔ انتہیٰ!

اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد قیامت سے قبل بھی عالم برزخ میں ہر شخص پر عذاب یا راحت ضرور ہوتی ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد پھر دوبارہ دنیا میں واپسی نہیں ہے۔

(انجیل لوقا باب ۱۶، آیت: ۱۹ بحوالہ علم الکلام ص ۲۴۸)

قرآن مجید کی کچھ آیات سے غلط فہمی اور اس کا ازالہ

منکرین عذاب قبر بعض دفعہ اپنی عقل کی بناء پر کچھ آیات سے بھی عذاب قبر کی نفی پر استدلال کرتے ہیں۔

(۱) مثلاً سورۃ روم کی ایک آیت ہے: ''و یوم تقوم الساعۃ یقسم المجرمون ما لبثوا غیر ساعۃ (الروم: ۵۵)'' یعنی جس روز قیامت قائم ہوگی تو یہ منکرین قیامت اس وقت کے ہولناک مناظر سے مدہوش ہو کر یہ قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہمارا قیام قبر اور عالم برزخ میں تو ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہا۔ یہاں اشکال کیا جاتا ہے کہ یہ جلدی ہی آنا ان کو اس بناء پر محسوس ہوگا کہ قبر میں ان کو عذاب کا کوئی حصہ نہیں ملا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً یہاں یہ تو متعین نہیں ہے کہ اس قیام سے مراد قبر اور برزخ کا قیام ہو، بلکہ مفسرین نے فرمایا کہ مراد اس قیام سے ہو سکتا ہے کہ دنیا کا قیام ہو لیکن اگر ہم اس قیام سے مراد علی سبیل التعین قبر اور برزخ کا قیام مراد لیں تو مطلب یہ ہوگا کہ: ہم تو سمجھتے تھے کہ قبر یعنی عالم برزخ میں قیام بہت طویل ہوگا اور

قیامت بہت زمانے کے بعد آئے گی، مگر معاملہ برعکس ہو گیا کہ ہم برزخ میں تھوڑے ہی دیر ٹھہرنے پائے تھے کہ قیامت آ گئی اور یہ جلدی آنا اس کو اس بناء پر محسوس ہوگا کہ قیامت میں ان کے لئے کوئی خوشی وراحت کی چیز تو تھی نہیں، مصیبت ہی مصیبت تھی اور انسانی فطرت یہ ہے کہ مصیبت آنے کے وقت پچھلی راحت کے زمانے کو بہت مختصر سمجھنے لگتا ہے اور کافروں کو اگرچہ قبر و برزخ میں بھی عذاب ہوگا، مگر قیامت کے عذاب کے مقابلے میں وہ بھی راحت محسوس ہونے لگے گا اور اس زمانے کو مختصر سمجھ کر قسم کھائیں گے کہ قبر میں ہمارا قیام بہت مختصر ایک گھڑی کا تھا۔

(۲) دوسری آیت سورۃ یٰسین کی ہے: ''و نفخ في الصور فاذا هم من الاجداث الى ربهم ينسلون، قالوا ياويلنا من بعثنا من مرقدنا هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون (یٰس: ۵۱، ۵۲)'' اور پھونکی جائے صور پھر تب ہی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف پھیل پڑیں گے، کہیں گے اے خرابی ہماری! کس نے اٹھا دیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے، یہ وہ ہے جو وعدہ کیا تھا رحمان نے اور سچ کہا تھا پیغمبروں نے۔

اس میں بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مرقدنا سے مراد خواب گاہ ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ملی، خواب کی جگہ ہو اور پھر عذاب بھی، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ شبہ بھی سراسر غلط ہے، اس لئے کہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیریں کی ہے۔

الف: ہاں! ہماری کم بختی ہم کو ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھا دیا (کہ یہاں کی نسبت سے وہاں راحت میں تھے) تو کفار اگرچہ عذاب قبر میں مبتلاء تھے وہاں کچھ آرام نہ تھا، مگر قیامت کے عذاب کے مقابلے میں وہ پہلا عذاب کالعدم معلوم ہوگا۔ گویا قبر کو زیادہ آسان سمجھیں گے اور نیند سے تشبیہ دیں گے۔

ب: حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ پہلے اور دوسرے صور کے درمیان لوگ سو جائیں گے۔ چنانچہ دوسرے صور پر اٹھنے کے بعد لوگ کہیں گے کہ ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھا دیا۔

ج: یا ''مرقدنا'' بمعنی ''مضجع'' کے ہو، نیند کی کیفیت سے تجرید کر لی جائے۔

دین میں حدیث کا مقام

عذاب قبر کے بارے میں وارد ہونے والی حدیث کے ذکر سے قبل ''مقام حدیث'' کا مختصر اذکر ذیل کی سطروں میں پیش کیا جارہا ہے، تاکہ اصل مسئلے کی وضاحت ہو سکے، قرآن پاک شریعت کی اصل واساس ہے اور ادلہ شرع میں سب سے مقدم اور سب سے محکم ہے، مگر اس کا کام صرف اصول بتانا ہے تفریع وتفصیل اور توضیح وتشریح حدیث وسنت کا وظیفہ ہے۔ قرآن کریم ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے فرائض رسالت میں جس طرح الفاظ وکلمات قرآن کی تلاوت وتبلیغ ہے اسی طرح اس کے معانی ومطالب کا بیان بھی فرائض رسالت میں داخل ہے تو لازمی طور پر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس طرح متن قرآن حجت ہے۔ اس طرح اس کی نبوی تشریحات بھی حجت اور واجب القبول ہیں۔ ورنہ بہت ساری آیات ناقابل فہم رہ جائیں گی، جو شان خطاب کے خلاف ہے۔

آنحضرت ﷺ جب تک اس دنیا میں رونق افروز رہے امت نے آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے ارشادات اور اسوہ حسنہ کی یہی حیثیت سمجھی اور آپ ﷺ کے ارشادات کو بلا واسطہ سننے والے اور آپ ﷺ کے اعمال وافعال کو بچشم خود دیکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے علم وہدایت کے اس پورے خزانہ کی غیر معمولی اہتمام اور شفقت کے

ساتھ حفاظت کی اور پھر پوری امانت کے ساتھ بعد والوں کو پہنچایا۔ پھر بعد کے قرنوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کے بہترین افراد کو احادیث وسنن کی ترتیب، تدوین، تحقیق، وتنقید، تعلیم وتعلم، ترجمہ وتشریح، حفظ واشاعت اور اس سے متعلق بہت سے مستقل علوم وفنون کی ایجاد اور پھر ہر فن میں بہتر سے بہتر تالیف وتصنیف وغیرہ وغیرہ سینکڑوں قسم کی ایسی توفیق دی جو کبھی کسی امت کو نہیں ملی۔ (مقدمہ معارف الحدیث از مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی)

عذاب قبر اور احادیث نبوی ﷺ

راحت وعذاب قبر کے بارے میں اس کثرت سے احادیث وارد ہیں جن کا شمار آسانی سے نہیں ہوسکتا، حافظ ابن ہمام حنفی (المتوفی ۸۶۱ھ) فتح القدیر میں فرماتے ہیں: ''عذاب قبر کی احادیث متواتر درجہ کی ہیں اور ان کا انکار کفر ہے۔'' (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۴ طبع مصر، وفتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۳۱۰ طبع مصر)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور'' اور ''البدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ'' میں صحابہ کی ایک بڑی تعداد میں سے ایک ایک کا نام لے لے کر ان سے عذاب قبر کی روایات کو معناً متواتر قرار دیا ہے۔ تفصیل وہاں دیکھی جاسکتی ہے۔

عذاب قبر کی احادیث کی راویوں کی تعداد تقریباً چالیس کو پہنچی ہے۔ شرح صدور میں علامہ سیوطی نے اس سلسلے میں ستر احادیث ذکر کی ہیں۔ ہم یہاں چند احادیث بحوالہ لکھتے ہیں:

(۱) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ''بینا رسول اللہ ﷺ فی حائط لبني النجار علی بغلة له ونحن معه اذ حادت به فکادت تلقیه واذا اقبر ستة او خمسة فقال: من یعرف أصحاب هذه الاقبر قال رجل: انا قال فمتی ماتوا؟ قال: في الشرك فقال: ان هذه الامة تبتلی في قبورها فلولا ان لا تدافنوا الدعوت الله ان یسمعکم من عذاب القبر الذي أسمع منه ثم أقبل علینا بوجهه فقال تعوذوا بالله من عذاب النار قالوا نعوذ بالله من عذاب النار قال: تعوذوا بالله من عذاب القبر قالوا: نعوذ بالله من عذاب القبر قال تعوذوا بالله من الفتن ماظهر منها وما بطن قالوا نعوذ بالله من الفتن منها وما بطن قال: تعوذوا بالله من فتنة الدجال'' (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۵، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶، موارد الظمآن ص ۲۰۰/ التذکرۃ للقرطبي ج ۱ ص ۱۸۱)

آنحضرت ﷺ خچر پر سوار ہوکر بنونجار کے ایک باغ میں جارہے تھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے یکا یک خچر بدکا، قریب تھا کہ آپ ﷺ کو گرادیتا معلوم ہوا کہ وہاں پانچ یا چھ قبریں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان قبروں میں کون لوگ دفن ہیں؟ کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ: حضرت! میں جانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ کب مرے ہیں؟ تو اس شخص تو اس شخص نے کہا کہ شرک کے زمانہ میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس امت (یعنی مکلف انسانوں) کا قبروں میں امتحان ہوتا ہے۔ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن نہیں کرو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ جو عذاب قبر میں سنتا ہوں وہ تمہیں بھی سنادے۔ پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے: آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو! لوگوں نے کہا ہم آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو! سب نے کہا ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو! لوگوں نے کہا ہم تمام ظاہری اور

باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ مانگو، انہوں نے کہا ہم فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

(۲) بخاری اور مسلم کی حدیث ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:
"لوگ جب مردے کو قبر میں رکھ کر چلتے ہیں تو وہ مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جو تم لوگوں میں رہتا تھا جس کا نام محمد ﷺ تھا، تو اگر مؤمن ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ تو اپنا جہنم کا ٹھکانہ دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے تمہیں جنت عطاء کر دی ہے، تو وہ دونوں کو دیکھتا ہے اور اس کی قبر ستر گز وسیع کر دی جاتی ہے اور اس میں سبزہ زار بنا دیا جاتا ہے، پھر منافق اور کافر سے یہی سوال ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں تو کچھ نہیں جانتا، جو لوگ کہتے تھے میں وہی کہتا تھا، یہ سن کر فرشتے اسے جواب دیتے ہیں کہ تجھے کچھ خبر ہی نہیں پھر اسے لوہے کے ہتھوڑوں سے ایسی مار پڑتی ہے جس کو جن وانس کے علاوہ سب ہی سنتے ہیں۔
(متفق علیہ ولفظ للبخاری باب ما جاء فی عذاب القبر ج ۱ ص ۱۸۴، ومسند احمد ج ۳ ص ۱۳۶، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۵ وشرح الصدور ص ۱۱۸)

ایک اور روایت میں یہ بھی آتا ہے: "انهم يعذبون في قبورهم تسمعه البهائم" (موارد الظمآن ص ۲۰۰)

بلاشبہ ان مجرموں کو قبروں میں سزا دی جاتی ہے، جس سزا کی آواز چوپائے بھی سنتے ہیں۔ چونکہ جن وانسان مکلف مخلوق ہیں۔ اس لئے ان سے ایمان بالغیب اور اس کے مطابق عمل صالح ہے اور ان کو قبر کا عذاب سنانا حکمت کے خلاف ہے۔ بخلاف چوپایوں اور باقی جانوروں کے کہ وہ مکلف نہیں اس لئے وہ سن سکتے ہیں۔

(۳) حضرت عباس سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: "مر النبي ﷺ بقبرين فقال إنهما ليعذبان وما يعذبان في كبير، أما أحدهما فكان لا يستتر من البول. وفي رواية لمسلم لا يستنزه من البول وأما الآخر فكان يمشي بالنميمة، ثم أخذ جريدة رطبة فشقها بنصفين ثم غرز في كل قبر واحدة قالوا: يا رسول الله لم صنعت هذا؟ فقال لعله أن يخفف عنهما ما لم ييبسا" (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۲، بخاری ج ۱ ص ۳۵، مسلم ج ۱ ص ۱۴۱، موارد الظمآن ص ۱۹۹)

آنحضرت ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اللہ علیہ لیکن کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں ہو رہا، ایک عذاب تو اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا، پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ترٹہنی لی اور اس کے دو حصے کر دیئے، ایک حصہ ایک قبر میں گاڑ دیا اور دوسرا حصہ دوسری قبر میں، صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! اب ایسا آپ نے کیوں کیا؟ تو فرمایا شاید کہ ان کا عذاب ہلکا ہو جائے، جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں۔

(۴) معجم طبرانی میں مرفوع روایت ہے: "تنزهوا البول فإنه أول ما يحاسب به العبد في القبر"
(رواه الطبرانی باسناد حسن کذا فی معارف السنن ج ۱ ص ۲۱۳)

پیشاب سے محفوظ رہو اس لئے کہ قبر میں سب سے پہلے اس کے بارے میں محاسبہ ہوگا۔

اسی طرح ابن ماجہ رحمہ اللہ، صحیح ابن خزیمہ رحمہ اللہ، دارقطنی اور مستدرک کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا: "استنزهوا من البول فإن عامة عذاب القبر منه" (مستدرک ص ۱۸۳، ابن ماجہ ص ۲۹۷، معارف السنن ص ۴۸۵) پاکی حاصل کرو تم پیشاب سے اس لئے کہ اکثر عذاب قبر اس سے تحرز واجتناب نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

(۵) بخاری میں ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فرمایا: "خرج النبي ﷺ وقد وجبت الشمس فسمع صوتا فقال اليهود تعذب في قبورها" (بخاری ج ۱ ص ۱۸۴، فتح الباری ج ۳ ص ۱۹۳)

آنحضرت ﷺ ایسے وقت میں باہر نکلے جب کہ سورج غروب ہوا تھا، اسی اثنا میں آپ ﷺ نے آواز سن کر فرمایا کہ یہود اپنی قبروں میں عذاب دیئے جارہے ہیں۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کے الفاظ ہیں: "فيقال للأرض التئمي عليه فتختلف اضلاعه فلا يزال فيها معذبا حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك"

(مشکوۃ ج ۱ ص ۲۵، ترمذی ج ۱ ص ۱۲۷، قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب وفی التنقیح ص ۳۳، رجالہ رجال مسلم وکذا ذکرہ فی تسکین الصدور)

زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اس پر سمٹ کر اکٹھی ہو جا، سو زمین اس پر سمٹ جاتی ہے اور اس کی پسلیاں آر پار ہو جاتی ہیں۔ یہ سزا اس کو قیامت تک ہوتی رہتی ہے جب تک کہ قیامت کے دن قبر سے کھڑا نہیں کر دیا جاتا۔

(۷) "عن عائشة رضي الله عنها ان يهودية دخلت عليها فذكرت عذاب القبر فقالت لها اعاذك الله من عذاب القبر فسألت عائشة رضي الله عنها رسول الله ﷺ عن عذاب القبر فقال عذاب القبر حق قالت عائشة رضي الله عنها فما رأيت رسول الله ﷺ بعد صلى صلاة الا تعوذ بالله من عذاب القبر. متفق عليه" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک یہودیہ عورت آئی اور عذاب قبر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ خدا تمہیں عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ: جی ہاں! عذاب قبر حق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور علیہ السلام ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر سے نجات کی دعا فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۳، مشکوۃ، ج ۱ ص ۲۵ باب اثبات عذاب القبر)

(۸) ابو داؤد، حاکم، اور بیہقی نے حضرت عثمان کی روایت نقل کی ہے: "قال مر رسول الله ﷺ بجنازة عند قبر و صاحبه يدفن فقال استغفروا لاخيكم وسلوا له التثبيت فانه الآن يسأل"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک میت پر ہوا، لوگ میت دفن کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو اس لئے کہ اب اس سے سوال و جواب ہوگا۔

(۹) صحیح بخاری میں سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت ہے، جس میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ فجر کی نماز پڑھ کر اپنے یاروں (اصحاب) کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے رات کو کوئی خواب تو نہیں دیکھا، اگر کوئی دیکھتا عرض کر دیا کرتا تھا، آپ کچھ تعبیر ارشاد فرما دیا کرتے تھے، عادت کے موافق ایک بار سب سے پوچھا کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ انہوں نے جواباً کہا کہ ہم میں سے کسی نے بھی کوئی خواب نہیں دیکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے، پھر آپ ﷺ نے اس کی ایک لمبی تفصیل ذکر فرمائی ہے جس میں عذاب قبر کا تذکرہ بھی ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۵)

پوری حدیث ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وهذا نص في عذاب القبر فان رؤيا الأنبياء وحي" یعنی یہ حدیث عذاب قبر کے باب میں صریح اور ظاہر ہے اس لئے کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے۔

(کتاب الروح ص ۲۷)

(۱۰) بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب عذاب قبر" میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اے ابن عمر! بتاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا؟ کہ جب تین ہاتھ اور ایک بالشت لمبا اور ایک ہاتھ ایک بالشت چوڑا گڑھا کھودا جائے گا، پر تمہارے پاس منکر نکیر سیاہ شکل والے اپنے بالوں کو گھسیٹتے ہوئے آئیں گے، ان کی آواز یں کڑک دار بجلی کی مانند ہونگیں اور نگاہیں خیرہ کر دینے والی بجلی کی طرح، وہ زمین کو اپنے دانتوں سے کھودیں گے اور پھر تجھ کو بٹھائیں گے اور ڈرائیں گے تو ابن عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اس وقت بھی اسی حالت (یعنی ایمان وتقویٰ کی حالت) پر ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تو انہوں نے عرض کیا کہ تب تو میں بحکم الٰہی ان کو کافی ہو جاؤں گا۔ (شرح الصدور ص ۱۲۲، بحوالہ ازالہ الستور عن عذاب القبور ص ۱۷)

عذاب قبر اور حضور علیہ السلام کی دعائیں

آنحضرت ﷺ نے اپنی دعاؤں میں عذاب قبر سے پناہ مانگی ہے۔ ذیل میں چند منقول دعائیں باحوالہ درج ہیں:

(۱) "اللّٰھم رب جبرائیل و میکائیل و رب اسرافیل، أعوذ بك من حر النار و من عذاب القبر" (اخرجہ النسائی ج ۸ ص ۱۲۲، بحوالہ ازالۃ الستور من عذاب القبور ص ۱۷)

(۲) بخاری شریف میں ایک دعاء یوں نقل کی گئی ہے: "اللّٰھم انی أعوذ بك من الجبن و أعوذ بك من البخل و أعوذ بك من أن أرد إلی أرذل العمر و أعوذ بك من فتنة الدنیا و عذاب القبر" (بخاری مع الفتح ج ۱۱ ص ۱۸۱)

(۳) بخاری اور مسلم میں ایک دوسری دعا نقل کی گئی ہے: "اللّٰھم انی اعوذ بك من العجز و الكسل و الجبن و الھرم و البخل و أعوذ بك من عذاب القبر و من فتنة المحيا و الممات" (بخاری ج ۷ ص ۵۹، مسلم ج ۴ ص ۲۰۷۹)

(۴) صحیحین میں دوسرے مقام پر ہے: "اللّٰھم انی أعوذ بك من فتنة النار، و عذاب النار، و فتنة القبر و عذاب القبر ... الی آخرہ"

(۵) آنحضرت ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت زینب کے حق میں تسہیل ضیق قبر کے لئے خصوصی دعاء فرمائی جو قبول ہوئی الفاظ یہ ہیں: "فسأل الله عز و جل أن يخفف عنها ضيق القبر" (اسد الغابہ ج ۱ ص ۴۶۸ بحوالہ خیر الفتاوی)

مندرجہ بالا نصوص میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگی گئی ہے یہ چند احادیث ہم نے جمع کی ہیں جن میں اکثر صحیحین کی ہیں ان کے علاوہ کئی احادیث اور ادعیہ ماثورہ میں عذاب قبر کا تذکرہ موجود ہے۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے: شرح الصدور کتاب الروح اور احکام القرآن ص ۹۳)

احادیث عذاب قبر اور علامہ البانی کی تحقیق

عذاب قبر کے ذیل میں مختلف روایات کا تذکرہ کرنے کے بعد "سلسلة الاحاديث الصحيحة" کے مصنف اور مشہور محدث علامہ البانی باجود متشدد ہونے کے تحریر فرماتے ہیں: "و جملة القول الحديث بمجموع طرقه و شواهده صحيح بلا ريب" (سلسلة الاحاديث الصحيحة ج ۴ ص ۲۷۱)

خلاصہ کلام یہ کہ عذاب قبر کی حدیث مجموعی طرق اور شواہد کے اعتبار سے بلاشک صحیح ہے۔
بہرحال قرآن کریم میں جہاں عذاب برزخ کا ذکر ہے وہاں اس کی تفسیر وتشریح آنحضرت ﷺ نے

اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر اپنی زبان مبارک سے بیان فرمادی ہے، جو حق ہے اس لئے کہ: "وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی"

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　گرچہ ز حلقوم عبداللہ بود

عذاب قبر سے کون کون محفوظ ہوں گے؟

درج ذیل لوگ کلفت قبر سے محفوظ ہوں گے۔

(۱) شہید کے لئے چھ انعامات ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ: "ویجار من عذاب القبر" شہید کو عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

(۲) جہاد کے سلسلے میں پہرہ داری کرنے والے کے بارے میں روایت ہے: "ومن مات فیه وقی فتنة القبر" جو پہرہ داری کے دوران مرجائے اسے فتنہ قبر سے نجات دے دی جائے گی۔ (ترمذی)

(۳) "من قتله بطنه لم یعذب فی قبره" جو پیٹ کی بیماری سے مرگیا اس کو عذاب قبر نہیں ہوگا۔ (ایضاً)

(۴) ہر رات سورہ ملک پڑھنے والا عذاب قبر سے محفوظ ہوگا (نسائی)۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ ملک کا نام "سورۃ المانعة" ہے۔

(۵) من رابط فی سبیل اللہ آمنه اللہ فتنة القبر جو آدمی اللہ کے راستے (جہاد) میں اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے جنگ کی تیاری کے ساتھ قیام لے اللہ تعالیٰ اس کو سوال قبر سے محفوظ رکھے گا۔ (طبرانی)

(۶) عبداللہ بن عمر کی روایت میں ہے: "ما من مسلم یموت یوم الجمعة او لیلة الجمعة الا وقاه اللہ فتنة القبر" (سنن الترمذی ج ۲، ص ۱۶۵)

یعنی جمعہ کے مبارک دن یا رات کو وفات پانے والے (مؤمن) کو عذاب قبر سے مکمل نجات ملتی ہے، البتہ کافر سے صرف جمعہ میں عذاب مرتفع ہوتا ہے، اس کے بعد پھر شروع ہو جاتا ہے۔ رمضان میں موت واقع ہونے کی صورت میں مؤمن سے تا قیامت اور کافر سے اختتام رمضان تک ارتفاع عذاب منقول ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۰۸)

فائدہ: انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر مؤمن بلکہ بچوں کو بھی قبر کچھ دبوچتی ہے مگر یہ بہت ہلکا عمل ہے، اس دبوچنے کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک ماں ایک مشکل سفر سے واپسی پر اپنے بیٹے کو از راہ شفقت دبوچتی ہے۔ احادیث میں اس کو "ضغطة القبر" سے تعبیر کیا ہے۔ (شرح القسطلانی ج ۱ ص ۴۴۴، کتاب الوضوء)

عذاب قبر اور اجماع امت

قبر میں راحت و عذاب کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں ان کی روشنی میں علماء اہل سنت کا بھی اجماع ہے کہ راحت و عذاب قبر کا مسئلہ برحق ہے، یعنی قبر اور برزخ میں اہل ایمان اور اصحاب طاعات کو لذت و سرور نصیب ہوتا ہے اور کفار منافقین اور گناہگاروں کو عذاب و تکلیف حاصل ہوتی ہے۔

عذاب قبر کا منکر کون ہے؟

(۱) عذاب قبر سے ملاحدہ، خوارج، کچھ معتزلہ اور بعض مرجئہ وغیرہ کے علاوہ دور حاضر کے کئی جدید تعلیم

یافتہ طبقے کے لوگ سراسر انکار کرتے ہیں۔

علامہ ابن حزم لکھتے ہیں کہ معتزلہ کے ایک شیخ ضرار ابن عمرو العطفانی نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے، جن خوارج سے ہم ملے ہیں، ان کا بھی یہی مذہب ہے، اہل سنت اور بشر بن المعتمر الجبائی اور بقیہ تمام معتزلہ عذاب قبر کے قائل ہیں۔ ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ اس کے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ سے احادیث ثابت ہیں۔

(الملل والنحل ج ۲ ص ۱۵۷ ترجمہ اردو، بحوالہ تسکین الصدور ص ۹۴، اعلام القبر ص ۱۴)

خلاصہ یہ کہ معتزلہ کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ قبر میں عذاب ہے تو سہی، لیکن ان کو اپنے عذاب کا شعور نہیں۔ ہاں! جب قبروں سے اٹھیں گے اس وقت اس عذاب کو محسوس کریں گے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ مشاہدہ میں چونکہ کچھ نظر نہیں آتا، نہ حیات اور ادر نہ ادراک، تو عذاب کیسے ہوسکتا ہے؟ چنانچہ یہ گروہ بالکلیہ عذاب قبر کا منکر ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو درحقیقت معتزلہ کا یہ پہلا گروہ بھی عذاب قبر کا منکر ہے۔ گو ان کے انکار کی تعبیر مختلف ہے۔ کیونکہ مبتلاء عذاب آدمی کو جب قبر میں عذاب کا شعور و احساس نہ ہو تو حقیقت عذاب تو نہیں پائی گئی پھر یہ کیسے عذاب قبر ہوگا۔ فرق باطلہ کی جانب سے عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ قبر میں راحت و عذاب اور سوال و جواب وغیرہ کچھ نہیں ہوتا، کیونکہ جب میت میں حیات ہی نہیں ہوتی تو پھر یہ امور جو حیات پر متفرع ہیں، کیونکر متحقق ہوسکتے ہیں۔ (شرح العقائد باب عذاب القبر وشرح المواقف بحوالہ احکام القرآن ج ۴ ص ۹۵)

لیکن یہ مسلک قرآن وحدیث کی نصوص قطعیہ اور صریحہ کے خلاف ہے اور جمہور امت کا اتفاق اور اجماع اس پر مستزاد ہے۔ کتب علم عقائد اور شروح حدیث میں ان کا ٹھوس رد موجود ہے، جس کا خلاصہ آگے نقل کیا جائے گا۔

(۲) کچھ لوگ عذاب قبر اور راحت قبر صرف بدن عنصری کے لئے مانتے ہیں کسی طرح بھی روح کا تعلق بدن سے نہیں مانتے ہیں، یہ نظریہ محمد بن جریر گرامی عبداللہ بن کرام، ابوالحسین الصالحی، (جو فرقہ صالحہ کا سربراہ تھا اور ان کے دیگر ہمنوا لوگوں کا ہے۔ (تذکرہ للقرطبی ج ۱ ص ۱۶۶۵، وحاشیہ مسامرہ ص ۱۱۴، بحوالہ اعلام الحبر)

لیکن روح کے اتصال اور تعلق کے بغیر محض بے جان جسم کے عذاب وراحت کا قول نری حماقت ہے۔

چنانچہ علامہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ احمد بن موسیٰ الخیالی رحمۃ اللہ علیہ اس گروہ کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''جوز بعضهم تعذيب غير الحي، و لا شك انه سفسطة'' (الخیالی ص ۱۱۸ ونحوہ فی النبراس)

ان میں سے بعض نے بلا حیات بدن کے معذب ہونے کو ناجائز قرار دیا ہے، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ نری حماقت ہے۔

بہر حال فریق مذکور اگر چہ بزعم خود عذاب وراحت قبر کو تسلیم کرتا ہے مگر یہ بھی منکرین کے مترادف ہے، اس لئے کہ صرف اور صرف بلا روح بدن معذب ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کی مثال تو یہ ہے کہ جیسے پتھر لکڑی، اور کوئلہ وغیرہ کو آگ میں ڈال دیا جائے تو ان میں جب عذاب محسوس کرنے والی چیز ہی نہیں تو عذاب کیا ہوگا؟

اہل سنت والجماعت کے اقوال

قرآن وسنت کی روشنی میں بنیادی طور پر امت کے علماء اور محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبر میں راحت و عذاب برحق ہے تاہم علماء حق کے درمیان کیفیت عذاب وراحت میں اختلاف پایا جارہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''امام بخاری رحمہ اللہ نے عذاب قبر کے تراجم الباب میں عذاب کو روح مع الجسد کے ساتھ مقید نہیں کیا، بلکہ نفس عذاب قبر کا اثبات کیا، اس لئے کہ اہل علم کے اقوال اس سلسلے میں مختلف ہیں، اور کسی ایک قول کو قطعی طور پر متعین نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (احکام القرآن محمد شفیع ج ۴ ص ۹۹)

ابن حجر ثانی حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے دونوں قول ہیں: ایک یہ کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ روح جسم دونوں کو ہوتا ہے اور صوفیاء اس کے قائل ہیں کہ عذاب بدن مثالی کو ہوتا ہے۔ (العرف الشذی، ص ۳۵۵)

بہرحال مختلف تحقیقات کی بنیاد پر دلائل کی روشنی میں کیفیت عذاب کے بارے میں مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ ان توجیہات وتحقیقات کی تفصیل سے قبل باطل فرقوں کے ایک مشہور اشکال کی وضاحت ضروری ہے اشکال کا خلاصہ یہ ہے کہ: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ میت کا جسم محفوظ نہیں رہتا مثلاً جل جاتا ہے یا جلا دیا جاتا ہے یا دریا میں ڈوب جاتا ہے اور اس کو مچھلیاں وغیرہ ہڑپ کر جاتی ہیں یا درندے اور پرندے اس کو کھا جاتے ہیں اور قبر میں دفن کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی تو پھر قبر میں عذاب وراحت کا کیا معنیٰ؟

آئندہ سطور میں اہل علم کی تحقیقات ذکر کی جاتی ہیں، جن سے نہ صرف یہ کہ مندرجہ بالا اعتراض کی حیثیت ختم ہوگی۔ بلکہ سمجھنے والے آدمی کے دل میں کسی قسم کا وسوسہ اور شبہ باقی نہ رہے گا۔

(۱) قبر میں راحت وعذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔ اہل علم کے ایک بڑے طبقے کا موقف یہ ہے کہ قبر یعنی برزخ کی راحت وعذاب میں جسم اور روح دونوں شریک ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ روح کا جسم کی طرف (موت کی وجہ سے ایک دفعہ علیحدگی کے بعد) دوبارہ اعادہ ہوتا ہے۔ ہاں! روح بدن میں مکمل طور پر داخل نہیں ہوتی، جس طرح کہ دنیا میں تھی بلکہ روح کا بدن سے اتصال اور تعلق قائم کر دیا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک روح کا جسم پر اس کے اجزاء پر تو پڑتا ہے، جس کو وہ اشراق یا اشراف سے تعبیر کرتے ہیں اور اس اتصال سے ایک گونہ حیات جو مردہ کو حاصل ہوتی ہے۔ اس سے وہ نکیرین کا جواب بھی دیتا ہے اور راحت وعذاب بھی محسوس کرتا ہے۔

چنانچہ علامہ شمس الدین القہستانی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''والمعذب في القبر حي بقدر ما يتالم به وهو أقرب الى الحق'' (جامع الرموز ج ۲ ص ۲۹۲ طبع نولکشور، بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۰۳)

جس کو قبر میں سزا دی جاتی ہے وہ اس کی اتنی مقدار زندگی ہوتی ہے جس سے وہ اذیت محسوس کرے اور یہی بات حق کے قریب ہے۔ اس بات کے دلائل بہت ہیں جن میں کچھ کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا، رہی یہ بات کہ میت کا جسم آگ میں جلنے، دریا میں غرق ہونے، پرندے اور درندے کے پیٹ جانے کی صورت میں کیسے مورد عذاب وراحت ہوگا، تو اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرات متقدمین فقہاء کرام اور شراح حدیث نے فرمایا کہ: قبر صرف اس گڑھے کا نام ہی نہیں ہے بلکہ برزخ علیین اور سجین کے اس مقام کا نام بھی ہے جو نیکوں اور بدوں کی ارواح کا مستقر بھی ہے اور ان لوگوں کے لئے وہی مقام قبر ہے اور ان کی راحت وعذاب کا محل بھی وہی ہے۔ یعنی لفظ قبر کا اطلاق جہاں صحیح روایات کی روشنی میں حسی گڑھے پر کیا جاتا ہے، جس میں میت دفن ہوتی ہے، وہاں اس لفظ کو برزخی مقام پر بھی بولا جاتا ہے۔ جہاں میت یا اس کے اجزاء اصلیہ ہوں، عام اس سے کہ وہ درندوں اور پرندوں کا پیٹ ہو یا دریا کی گہرائی ہو، آتشکدہ ہو یا ہوا۔ باقی یہاں لفظ قبر کا اطلاق حسی گڑھے اور برزخی مقام ہر

دونوں پر عموم مجاز کے طور پر ہے جو ارباب اصول کے نزدیک جائز ہے۔

(عقائد الاسلام ص ۱۶۰، ونظم الفرائد حاشیہ شرح عقائد النسفیہ ص ۱۷۱، تسکین الصدور تغیر یسیر ص ۱۰۴)

بہر حال قبر سے مراد موت کے بعد دوبارہ اٹھ کھڑے ہونے تک سارا عالم برزخ ہے۔ مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھتے ہیں کہ: ''قبر سے مقصود ہر وہ مقام ہے، جہاں مرنے کے بعد جسم خاکی نے جگہ حاصل کی۔ اس لئے قبر کی تنگی اور عذاب سے وہ لوگ بھی خارج نہیں جن کو درندے اور پرندے کھا گئے ہوں یا ان کو جلا کر ہوا میں بکھیر دیا گیا ہو۔ جہاں بھی ان کے ذرات ہوتے ہیں وہی جگہ ان کے حق میں قبر ہوتی ہے۔''

(کتاب الروح ص ۷۱ طبع حیدرآباد دکن)

دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ اعتراض اور شبہ ہی بے جا ہے، اس لئے کہ میت کو اگر پرندے کھا جاتے ہیں یا وہ جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے یا دریا میں غرق ہونے کی صورت وغیرہ میں اللہ کو اس امر پر پوری قدرت حاصل ہے کہ وہ راکھ کے ذرات کو بحر و بر سے جمع کر کے اس سے بھلا چنگا آدمی اور انسان بنا دے اور پھر اس سے سوال کر کے اسے عذاب وراحت دے۔ بخاری و مسلم میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے الفاظ کے ساتھ ایک روایت مروی ہے، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال، کان رجل یسرف علی نفسه فلما حضره الموت قال لبنیه اذا انامت فأحرقونی ثم اطحنونی ثم ذرونی فی الریح، فو الله لئن قدر الله علی لیعذبنی عذاباً ما عذبه أحداً، فلما مات فعل به ذالك، فأمر الله تعالى الارض، فقال اجمعي ما فيك منه ففعلت فاذا هو قائم قال ما حملك على ما صنعت قال مخافتك يا رب فغفر له'' (البخاری ج ۱ ص ۴۹۵، واللفظ لہ المسلم ج ۲ ص ۳۵۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی تھی، جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا، اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا کر میری راکھ کو خوب پیس کر ہوا میں اڑا دینا، بخدا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی کی تو وہ مجھے ایسی سزا دے گا جو اور کسی کو اس نے نہیں دی، جب اس کی وفات ہوئی تو اس سے یہی کاروائی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے، سو اس نے ایسا ہی کیا جب وہ جمع کر دیا گیا تو وہ آدمی تھا جو کھڑا کر دیا گیا۔ فرمایا یہ کاروائی تو نے کیوں کی؟ اس نے کہا تیرے ڈر سے اے میرے پروردگار! سو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اس نے کہا کہ میری راکھ کا آدھا حصہ خشکی میں اور آدھا حصہ دریا میں بکھیر دینا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(البخاری ج ۲ ص ۱۱۱۷، مسلم ج ۲ ص ۳۵۶، مسند احمد ج ۳ ص ۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق قائم رکھے اور پھر اس کو راحت و عذاب دے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فکل من مات و هو مستحق للعذاب ناله نصيبه منه قبر أو لم يقبر فلو أكلته السباع أو أحرق حتى صار رمادا أو نسف في الهواء أو صلب أو غرق في البحر وصل الى روحه و بدنه من العذاب ما يصل الى القبور'' (کتاب الروح ص ۱۰۳ بحوالہ تسکین الصدور)

ہر وہ شخص جس کی وفات ہوگئی اور وہ عذاب کا مستحق ہے تو اس کو عذاب کا حصہ ضرور ملتا ہے۔ چاہے وہ قبر میں مدفون ہو یا نہ ہو۔ پس اگر ان کو درندے کھا گئے یا وہ جلا کر راکھ کر دیا گیا اور راکھ ہوا میں اڑا دی گئی یا سولی پر لٹکا دیا گیا یا دریا میں ڈوب گیا تو ان صورتوں میں اس کی روح اور اس کے بدن کو وہ عذاب پہنچے گا جو قبر میں دفن کئے ہوئے کو پہنچتا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ قبر اور برزخ کا معاملہ اس جہاں سے ہے جو ہماری مادی نگاہوں سے اوجھل ہے اور عادۃً اس عالم کی چیزیں ہمیں اس جہاں میں نظر نہیں آسکتی ہیں۔ ورنہ ایمان بالغیب نہ رہے گا۔ جب دلائل قوی ہوں تو ہر مؤمن کو ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب معارف الحدیث میں چند اصولی باتیں تحریر کی ہیں جن سے اکثر عالمی شبہات کا ازالہ ہوتا ہے۔

چند اصولی باتیں

بعد الموت کے سلسلہ کی حدیثیں پڑھنے اور ان کے مطالب سمجھنے سے پہلے چند اصولی باتیں ذہن نشین کر لینی چاہیں۔ ان باتوں کے مستحضر کر لینے کے بعد ان حدیثوں کے مضامین کے متعلق وہ وساوس اور شبہات ان شاء اللہ پیدا نہ ہوں گے، جو حقیقت نہ اشناسی کی وجہ سے بہت سے دلوں میں اس زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) انبیاء علیہم السلام کا خاص کام (جس کے لئے وہ مبعوث ہوتے ہیں) ہمیں ان باتوں کا بتلانا ہے جن کے ہم ضرورت مند تو ہیں لیکن عقل وحواس سے بطور خود ہم ان کو نہیں جان سکتے یعنی وہ ہماری عقل کے دسترس سے باہر ہیں۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کے لئے یقینی علم کا ایک خاص ذریعہ جو دوسرے عام انسانوں کے پاس نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی وحی ہے۔ ان کو اسی ذریعہ سے ان چیزوں کا علم ہوتا ہے جن کو ہم اپنی آنکھوں کانوں سے اور اپنی عقل وفہم سے دریافت نہیں کر سکتے جس طرح دوربین رکھنے والا آدمی بہت دور کی چیزیں دیکھ لیتا ہے جن کو عام آدمی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے۔

(۳) کسی نبی کو نبی مان لینے اور اس پر ایمان لانے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ہم نے اس کی بات کو تسلیم کر لیا اور پورے یقین کے ساتھ اس کو مان لیا اور قبول کر لیا۔ وہ ایسی بات بتلاتا ہے جس کو ہم خود نہیں جانتے اور نہیں دیکھتے۔ وہ اللہ کی وحی سے اس کا علم حاصل کر کے ہمیں بتلاتا ہے اور وہ سب حرف بحرف صحیح ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو عقلاً ناممکن اور محال ہو۔ ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ ہماری عقل اور حواس بطور خود اس کو سمجھ لینے سے عاجز اور قاصر ہوں بلکہ ایسا ہونا ضروری ہے۔ اگر انبیاء علیہم السلام صرف وہی باتیں بتلائیں جن کو ہم خود ہی غور وفکر سے معلوم کر سکتے ہیں تو پھر ان کی ضرورت ہی کیا ہے۔

(۵) انبیاء علیہم السلام نے بعد الموت یعنی عالم برزخ (عالم قبر) اور عالم آخرت کے متعلق جو کچھ بتلایا ہے اس میں کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے جو عقلاً ناممکن اور محال ہو۔ ہاں! ایسی چیزیں ضروری ہیں جن کو ہم اپنے غور وفکر سے از خود نہیں جان سکتے اور اس دنیا میں ان چیزوں کے نمونے نہ ہونے کی وجہ سے ہم ان کو اس طرح سمجھ بھی نہیں سکتے جس طرح اس دنیا کی دیکھی بھالی چیزوں کو سمجھ لیتے ہیں۔

(۶) علم کے جو عام فطری ذریعے اور وسیلے ہمیں دیئے گئے ہیں۔ مثلاً: آنکھ، ناک، کان، عقل وفہم ظاہر ہے کہ ان کی طاقت اور ان کا دائرہ عمل بہت محدود ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ جدید آلات کی خارجی مدد سے ان کے ذریعہ بہت سی وہ چیزیں ہمارے علم میں آجاتی ہیں جن کا پہلے کبھی تصور بھی نہیں کیا جاتا۔ مثلاً: پانی میں یا خون میں جو جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اب خوردبین کی مدد سے آنکھ ان کو دیکھ لیتی ہے، ریڈیو کی مدد سے کان ہزاروں میل دور

تک کی آواز سن لیتے ہیں۔ اسی طرح کتاب معلومات کی مدد سے پڑھے لکھے انسان کی عقل اس سے زیادہ سوچ لیتی ہے، جتنا کہ آنکھ کان کے ذریعے حاصل شدہ معلومات کی مدد سے سوچ سکتی تھی۔ اس تجربہ سے معلوم ہوا کہ کسی حقیقت کا صرف اس بنیاد پر انکار کردینا کہ آج ہم اس کو نہیں دیکھتے، نہیں سنتے یا ہماری عقل اس کو نہیں سمجھتی۔ بڑی بے عقلی کی بات ہے: ''وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (الاسراء: ۸۵)''

(۷) انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک جسم جو ظاہر اور نظر آتا ہے۔ دوسری روح جو اگرچہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی، لیکن اس کے ہونے کا ہم سب کو یقین ہے۔ پھر انسان کے ان دونوں جزوں کا باہمی تعلق اس دنیا میں اس طرح ہے کہ تکلیف ومصیبت یا راحت ولذت کی جو کیفیت یہاں آتی ہے وہ براہ راست جسم پر آتی ہے اور روح اس سے تبعاً متاثر ہوتی ہے۔ مثلاً انسان کو چوٹ لگتی ہے وہ زخمی ہوتا ہے یا مثلاً وہ کہیں آگ سے جل جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ چوٹ اور آگ کا تعلق براہ راست اس کے جسم سے ہوتا ہے لیکن اس کے اثر سے روح کو بھی دکھ ہوتا ہے، اسی طرح کھانے پینے سے جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ بھی براہ راست جسم ہی کو حاصل ہوتی ہے لیکن روح بھی اس سے لذت حاصل کرتی ہے۔ الغرض! اس دنیا میں انسان کے وجود اور اس کے حالات میں گویا جسم اصل ہے اور روح اس کا تابع ہے لیکن قرآن وحدیث میں عالم برزخ کے متعلق جو کچھ بتلایا گیا ہے۔ اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔ یعنی اس عالم میں جس پر جو اچھی بری واردات ہوگی وہ براہ راست اس کی روح پر ہوگی، جسم اس سے تبعاً متاثر ہوگا کیونکہ وہاں جو اس کا کوئی کام نہ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے (شاید اس لئے کہ اس حقیقت کا سمجھنا ہمارے لئے آسان ہوجائے) اس دنیا میں بھی اس کا ایک نمونہ پیدا کردیا ہے اور وہ عالم رؤیا یعنی خواب ہے عقل وہوش رکھنے والا ہر انسان اپنی زندگی میں بار بار ایسے خواب دیکھتا ہے جس میں اس کو بڑی لذت ملتی ہے یا بڑی تکلیف ہوتی ہے لیکن خواب میں یہ لذت یا تکلیف براہ راست دراصل روح کے لئے ہوتی ہے اور جسم تبعاً اس سے متاثر ہوتا ہے۔ یعنی خواب میں آدمی مثلا جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ کوئی لذیذ چیز کھارہا ہے تو صرف یہ ہی نہیں دیکھتا کہ میری روح بھی کھارہی ہے یا خیالی قوت ہی کھارہی ہے، بلکہ اس وقت وہ یہی دیکھتا اور لطف اٹھاتا ہے گویا کہ بیداری کی طرح وہ اپنے اس جسم والے منہ سے کھارہا ہے جس سے روازنہ کھایا کرتا ہے۔ اسی طرح خواب میں اگر وہ دیکھتا ہے کہ کسی نے اس کو مارا تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کی روح کو مارا گیا بلکہ وہ اس وقت یہی دیکھتا اور الم محسوس کرتا ہے کہ گویا مار اس کے جسم پر پڑی اور اس کے جسم پر اس وقت ویسی ہی چوٹ لگی جیسی بیداری میں مار پڑنے سے لگتی۔ حالانکہ واقعہ میں کچھ گزرتا ہے وہ خواب میں دراصل روح پر گزرتا ہے اور جسم اس سے تبعاً متاثر ہوتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی جسم کا یہ تاثر اتنا محسوس ہوجاتا ہے کہ آدمی بیدار ہونے کے بعد جسم پر اس کے نشانات اور اثرات بھی پاتا ہے۔

الغرض! نیند کی حالت میں اچھے یا برے خواب دیکھنے والے شخص پر جو کچھ گزرتا ہے اور جسم پر اس کا اثر تبعاً پڑتا ہے۔ اسی لئے خواب دیکھنے والے کے قریب والا آدمی بھی اس کے جسم پر کوئی واردات گزرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ کیونکہ ہم اس دنیا میں کسی انسان کے ان ہی حالات کو دیکھ سکتے ہیں جن کا تعلق براہ راست اس کے جسم سے ہو۔ پس عالم برزخ میں (یعنی مرنے کے بعد سے قیامت تک کے دور میں) اچھے برے انسان پر جو کچھ گزرنے والا ہے۔ اس کی نوعیت بھی یہی ہے کہ وہ اصلی طور پر اور براہ راست روح پر گزرے گا اور جسم تبعاً اس میں شریک ہوگا

ور عالم رؤیا (خواب) کے تجربات کی روشنی میں اس کو سمجھ لینا کسی سمجھنے والے آدمی کے لئے زیادہ مشکل نہیں ہے۔
(معارف الحدیث ج ۱ ص ۱۸۹)

ملحدین کا جواب از مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ عذاب قبر کے بارے میں ملحدین کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''قرآن کریم یا حدیث میں فرمایا گیا کہ عذاب قبر برحق ہے اور وہ اپنی جگہ پر ہوتا ہے اس لئے کہ یہ دوسرے عالم کی چیز ہے۔ لاش پڑی ہوئی ہو اور سب کچھ گزر رہا ہو ممکن ہے کہ آپ کو نظر نہ آئے۔ آپ ایک سوتے ہوئے آدمی کو دیکھیں کہ وہ خواب میں سب کچھ دیکھ رہا ہے مگر آپ کو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔۔۔۔ اس لئے کہ وہ ایک دوسرے عالم، عالم مثال سے گزر رہا ہے۔ روح نیند کے وقت نکل کر اس عالم میں پہنچی تو وہاں وہ سب کچھ دیکھ رہی ہے جب وہ خود سویا ہوا اٹھ کر بیان کرے، آپ اس کی تصدیق کریں گے تو جیسے ایک سونے والے پر سب کچھ گزر رہا ہے، مگر آپ کو کچھ نظر نہیں آتا تو حدیث میں ہے کہ: ''النوم أخت الموت'' نیند موت کی بہن ہے تو جو چیز نیند میں گزرتی ہے وہ موت کے بعد بھی گزر سکتی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ قبر میں عذاب ہو رہا ہے، آپ کو ایک لاش نظر آرہی ہے۔ مگر اس پر سب کچھ گزر رہا ہے لیکن اگر عقل لڑائیں تو عقیدہ بگڑ جائے گا۔ اس لئے کہ عقل کا وہاں کام نہیں۔ اگر عقل پر غیبی امور کا بوجھ ڈال دیا جائے تو سسک کر رہ جائے گی تو آپ دنیا کے ترازو سے آخرت کی چیزیں تولنے لگیں گے تو وہاں عقل کیا کام کرے گی؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے سونا تولنے کے ترازو میں آپ لکڑی تولنے لگیں، وہ نہیں تلے گی۔ ہر چیز سے اس کے دائرے کی چیزیں تولی جاتی ہیں، عقل سے عقلی امور آنکھ سے رنگ وصورت، ناک سے خوشبو بدبو اور کان سے آوازیں، پھر ہر ایک کا دائرہ الگ الگ ہے تو اسی طرح ایک دائرہ وحی خداوندی کا ہے، وحی بتلا سکتی ہے کہ قبر کیسی ہے، جنت و دوزخ کیسی ہے، پل صراط کیسا ہے، میزان عمل (جس میں اعمال تولے جائیں گے) وہ کیسی چیز ہے، یہ سب عقل سے بالاتر چیزیں ہیں، جو وحی سے سمجھ میں آئیں گی۔'' (خطبات حکیم الاسلام ج ۵ ص عناصر سیرت)

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھنا چاہئے کہ جو چیز بعید از عقل ہو اور عقل کے احاطہ اور ادراک میں نہ آتی ہو تو اسے مخالف یا باطل نہیں کہنا چاہئے، بلکہ بعید از عقل کہنا چاہئے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح فضاء اور نظام شمسی میں بڑے بڑے کروی اجسام موجود ہیں، جیسے سورج، چاند، تارے وغیرہ مگر وہ یا تو ہمیں چھوٹے نظر آتے ہیں یا بالکل نظر آتے ہی نہیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ یہ اجسام عظام درحقیقت صغار ہوتے ہیں یا موجود نہیں، بلکہ ہر ہوش مند شخص یہ سمجھتا ہے کہ بعید از قیاس ہونے کی وجہ سے ہم ان اجسام کا صحیح ادراک نہیں کر پا رہے ہیں۔ لہٰذا جب ہم سے عالم مشاہدہ میں غلطی ہوتی ہے تو عالم برزخ میں ہمارا کیا حال ہوگا؟

الحاصل قبر میں ثواب وعذاب جسم اور روح دونوں کے لئے اگر مانا جائے اور روح کے بدن سے اتصال کے نتیجے میں ایک گونہ حیات (جو اس معہود حیات سے متفاوت ہے اور ہمارے ادراک سے بالاتر ہے) بھی تسلیم کر لیا جائے جیسے اپنی تحقیق کے بعد، احادیث کی روشنی میں معتبر اکثر اہل علم نے جن میں علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں، اختیار کر کے دلائل و براہین سے مضبوط کیا ہے تو اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اگرچہ مختلف احادیث میں قبر کے سوال وجواب کے سلسلے میں قبر کا لفظ بھی آیا ہے تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ

یہ سوال جواب صرف ان ہی مردوں سے مخصوص ہے، جو قبروں میں دفن ہوتے ہیں، دراصل قبر کا ذکر ان حدیثوں میں صرف اس لئے کر دیا گیا ہے کہ وہاں مردوں کو قبروں ہی میں دفن کرنے کا عام رواج تھا اور لوگ صرف اس طریقے کو جانتے تھے۔ ورنہ اللہ کے فرشتوں کی طرف سے یہ سوال و جواب ہر مرنے والے سے ہوتا ہے اور ہر مرنے والے کو یا راحت ملتی ہے یا عذاب ہوتا ہے، خواہ اس کا جسم قبر میں دفن کیا جائے، خواہ دریا میں بہایا جائے، خواہ آگ میں جلایا جائے، خواہ گوشت خور جانوروں کے پیٹ میں چلا جائے اور جیسا کہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ یہ سب کچھ براہ راست اور اصلی طور سے روح کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم خواہ کہیں ہو۔ وہ تبعاً اس سے متاثر ہوتا ہے اور خواب کی مثال اس کے سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

چنانچہ عذاب قبر کے بارے میں بحث کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”ولهذا صار بعض الناس الى أن عذاب القبر إنما هو على الروح فقط، كما يقوله ابن ميسرة و ابن حزم وهذا قول منكر عند عامة اهل السنة والجماعة، وصار آخرون يحتجون بالقدرة وبخبر الصادق، ولا ينظرون الى ما يعلم بالحس والمشاهدة، وقدرة الله حق وخبر الصادق حق، لكن الشان في فهمه، واذا عرف أن النائم يكون نائماً، وتقعد روحه، وتقوم، وتمشي، وتذهب، وتتكلم، وتفعل أفعالا، واموراً باطنة، بدنه مع روحه ويحصل لبدنه وروحه بها نعيم، وعذاب مع أن جسده مضطجع، وعينه مغمضة، وفمه مطبق، واعضائه ساكنة، وقد يتحرك بدنه لقوة الحركة الداخلة، وقد يقوم، ويمشي، ويتكلم، ويصيح لقوة الأمر في باطنه، وكان هذا مما يعتبر به أمر الميت في قبره فإن روحه تقعد، وتجلس، وتسأل، وتنعم، وتعذب، وتصيح، وذلك متصل ببدنه مع كونه مضطجعا في قبره“ (شرح حدیث النزول ص ۵۱، کتاب الروح ص ۶۲، تسکین الصدور ص ۱۲۹)

اور بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے، جیسا کہ ابن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لیکن یہ قول اکثر اہل سنت والجماعت کے نزدیک مردود ہے اور دوسرے حضرات اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مخبر صادق کی خبر سے دلیل پکڑتے ہیں، حس اور مشاہدہ کی طرف سے وہ نہیں دیکھتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی حق ہے اور صادق کی خبر بھی حق ہے لیکن معاملہ اس کے سمجھنے کا ہے اور جب یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ سونے والا خوابیدہ ہوتا ہے اور اس کی روح بیٹھتی، اٹھتی، چلتی، پھرتی، بولتی اور کئی قسم کے افعال اور معاملات بدن کے اندر ہی کرتی ہے۔ نیز اس کے بدن اور روح کو کلفت حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کا جسم پڑا رہتا ہے اور اس کی آنکھیں اور منہ بند ہوتا ہے۔ اس کے اعضاء ساکن ہوتے ہیں اس کے علاوہ کبھی داخلی حرکت کی قوت کی وجہ سے بدن بھی حرکت کرتا ہے اور کبھی اٹھتا اور چلتا ہے اور کبھی بولتا اور آواز کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے اندر خاصی قوت ہوتی ہے۔ اس سے قبر میں میت کا معاملہ بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کی روح اٹھائی اور بٹھائی جاتی ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے اور اس کو راحت و تکلیف حاصل ہوتی ہے اور وہ آہ و زاری کرتی ہے اور روح بدن سے متصل ہوتی ہے۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتے ہیں: ”واذا كان النائم روحه في جسده وهو حي وحياته غير حياة المستيقظ فإن النوم شقيق الموت فهكذا الميت اذا اعيدت روحه الى جسده كانت له حال متوسطة بين الحي وبين الميت فتأمل هذا يزيحعنك اشكالات كثيرة... الخ“ (کتاب الروح ص ۵۳، بحوالہ تسکین الصدور)

اور جب سونے والے کی روح اس کے جسم میں ہوتی ہے اور وہ زندہ ہوتا ہے، لیکن اس کی زندگی بیدار

آدمی کی زندگی سے متفاوت ہوتی ہے۔ کیونکہ نیند موت کی بہن ہے۔ سو اسی طرح جب مردہ کے جسم کی طرف اس کی روح لوٹائی جائے گی تو اس کی حالت زندہ اور اس کے درمیان ہوگی، جس کی روح نہیں لوٹائی گئی جیسے کہ خوابیدہ کی حالت زندہ اور مردہ کے درمیان ہوتی ہے، تم اگر اس مثال پر غور کرو گے تو ان شاء اللہ! تمہارے بہت سے اشکالات اس سے دور ہو جائیں گے۔

حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ کی ایک عجیب بات

حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے جس سے مذکورہ بات کی وضاحت ہوتی ہے۔
آپ فرماتے ہیں: ''میں چار سال کا تھا کہ میں نے اپنے علاقہ کشمیر میں دو آدمیوں کی عذاب قبر کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے سنا ان دونوں میں یہ بحث چل رہی تھی کہ کیا عذاب جسم کو ہوتا ہے یا روح کو؟ ان دونوں کی رائے اس پر ٹھہری کہ عذاب دونوں کو ہوتا ہے، پھر دونوں نے اس کی یوں مثال بیان کی کہ جسم اور روح کی ایسی ہی مثال ہے جیسے اندھا اور لنگڑا جو دونوں ایک باغ میں گئے تا کہ وہاں سے پھل چنیں، لیکن اندھا دیکھنے سے عاجز تھا اور لنگڑا کھڑا ہو کر پھل چننے سے قاصر تھا، دونوں نے آپس میں اس بارے میں مشورہ کیا۔ چنانچہ لنگڑا اندھے کے کندھے پر سوار ہو گیا اندھا اس کو درختوں کی طرف لے جاتا اور لنگڑا پھل دیکھ کر چن لیتا۔ یہی حال ہے بدن کا روح کے ساتھ، کیونکہ بدن روح کے بغیر جماد ہے اس میں کوئی حرکت نہیں اور روح بغیر بدن کے افعال سے معطل ہے۔ اس لئے ایک کو دوسرے کی حاجت ہے، جب بدن اور روح کسب میں دونوں شریک ہیں تو اجر اور گناہ میں بھی شریک ہیں۔
۳۵ برس گزرنے کے بعد میں نے یہی بات حضرت ابن عباس کے حوالے سے تفسیر قرطبی میں دیکھی، جو ان دو آدمیوں نے اپنے فطری ذوق سے کہی تھی تو غور کیجئے کہ ایسی چیز ارسطا طالیس وغیرہ یونانی حکماء سے ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۱۱۵، کتاب الروح ص ۲۲۷ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے)

فخر المناطقہ والفلاسفہ امام غزالی رحمۃ اللہ اپنی کتاب میں عذاب قبر وغیرہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:
''عذاب قبر کے اثبات پر شریعت حقہ کی قطعی دلیلیں قائم ہیں۔ حضور ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں، عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے اور آپ ﷺ کی یہ حدیث مشہور ہے کہ جب آپ ﷺ دو قبروں کے پاس گزرے تو فرمایا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اس کی دلیل ہے کہ فرعونیوں کو سخت عذاب نے گھیر لیا وہ آگ ہے جس پر صبح و شام ان کو پیش کیا جاتا ہے اور عذاب قبر ممکن بھی ہے۔ لہٰذا اس کی تصدیق واجب ہے اور امکان کی وجہ ظاہر ہے (چنانچہ اہل سنت والجماعت کا اصول یہی ہے کہ جو چیز ممکن ہو اور اس کی خبر آنحضرت ﷺ دیں تو اس پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے) معتزلہ نے اس سلسلے کا انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم میت کو عیاناً دیکھتے ہیں اور اس کو کوئی عذاب نہیں ہوتا اور بعض اوقات میت کو درندے چیر پھاڑ کر کھا جاتے ہیں لیکن یہ ان کا غلط نظریہ ہے۔ کیونکہ مشاہدہ تو ظاہری جسم کا ہوتا ہے اور عذاب برزخی کا ادراک کرنے والی جزء دل یا باطن میں ہوتی ہے، کچھ بھی ہو عذاب سے یہ لازم نہیں آتا کہ ظاہری بدن پر بھی حرکت ہو بلکہ سونے والے شخص کے ظاہری جسم کو دیکھنے والا شخص اس لذت کا مشاہدہ نہیں کر سکتا، جس کا احساس خوابیدہ کو احتلام کے وقت ہوتا ہے اور اس درد کا ادراک بھی بیدار شخص نہیں کر سکتا، جس کا سونے والا مار پٹائی کے تخیل سے احساس کرتا ہے۔ اگر

سونے والا شخص بیدار ہونے کے بعد اپنی تکلیف اور لذات کے وہ مشاہدات جو اس پر گزرے ہیں کسی ایسے شخص کو بتلائے جو اس نیند کے اس ماجرا سے ناآشنا ہے تو وہ یقیناً اس کا فٹ انکار کردے گا۔ کیونکہ وہ تو بظاہر اس کے سکون جسم سے دھوکہ کھائے گا، جیسا کہ معتزلہ نے اپنے مشاہدہ کی بناء پر عذاب قبر کا انکار کر دیا ہے۔ رہا وہ شخص جس کو درندے کھا گئے ہوں تو اس باب میں جو آخری بات کہی جا سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ درندے کا پیٹ اس کے لئے قبر ہو جائے گا سوا ایسی جزء کی طرف اعادہ حیوۃ جس سے ادراک عذاب ہو سکے، بالکل ممکن ہے، کیونکہ درد میں مبتلاء شخص تمام بدن سے درد کا ادراک نہیں کیا کرتا۔ (الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۷۰ طبع قاہرہ)

یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ جس شخص کو درندے کھا گئے ہوں اور درندوں کا پیٹ اس کے لئے قبر ہو، تو پھر درندوں کو عذاب کے وقت تکلیف ہونی چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس طرح معتزلہ وغیرہ کی تردید میں علامہ شمس الدین الخیالی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''وإما تعذيب المأكول بخلق نوع من الحيوة في بطن الاكل فو اضحالامكان كدودة في الجوف وفي خلال البدن فانها تتالم وتتلذذ بلاشعور منا'' (خیالی ص ۱۱۸)

بہرحال جس میت کو کوئی جانور کھا گیا ہو اس کو بایں طور سزا دینا کہ کھانے والے کے پیٹ میں ایک گونہ حیات اس میں پیدا کردی جائے، اس کا روشن امکان ہے، جس طرح کہ ہمارے پیٹ اور بدن کے زخم کے درمیان کوئی کیڑا ہوتا ہے، اس کو تکلیف بھی ہوتی ہے، اور لذت بھی مگر ہمیں بالکل اس کا شعور نہیں ہوتا۔

حیات فی القبر سے کیا مراد ہے؟

حیات فی القبر سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ میت میں کامل اور پوری حیات ہو، جس طرح دنیا میں تھی یا قیامت کو ہوگی اور جس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ آدمی اٹھتا بیٹھتا نقل وحرکت کرتا اور جنبش کرتا اور اختیاری افعال کرتا نظر آتا ہو، بلکہ حیات سے فی الجملہ (ایک گونہ حیات) مراد ہے، جس کا تعلق ایک دوسرے عالم سے ہے اور جس سے وہ قبر میں عذاب کا دکھ سکھ کا رنج و راحت کا خوشی اور تکلیف کا ادراک حیات مراد ہے: کرسکتا ہے۔ قبر میں سوال وجواب اور عذاب و راحت کے ادراک کے لئے اتنی ہی حیات کافی ہے اور ایسی ہی حیات جائز اور ممکن ہے اس میں کوئی استبعاد نہیں۔

چنانچہ شرح العقائد میں علامہ تفتازانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''ويجوز أن يخلق الله تعالى في جميع الأجزاء أو في بعضها نوعا من الحيوة قدر مايدرك ألم العذاب ولذة التنعيم وهذا لا يستلزم اعادة الروح الى بدنه ولا أن يتحرك ويضطرب .... اه'' (شرح عقائد ص ۷۷، والنبراس ص ۲۲۳)

یہ بات جائز ہے کہ اللہ پاک میت کے تمام اجزاء میں یا بعض میں ایک گونہ حیات پیدا کردے، جس سے وہ عذاب کا درد اور خوشی کی لذت کا ادراک کر سکے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ وہ حرکت واضطراب اور جنبش بھی کرے۔

حیات بعد الموت اور عالم آخرت کی زندگی پر ایک اشکال کا جواب

حیات بعد الموت پر بھی سب سے بڑا اشکال یہی ہوتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد مٹی ہو جاتا ہے، پھر مٹی کہیں ہوا کے ساتھ اڑ جاتی ہے، کہیں پانی کے ساتھ بہہ جاتی ہے، کہیں درختوں اور کھیتوں کی شکل میں برآمد ہوتی ہے، پھر اس کا ذرہ ذرہ دنیا کے اطراف بعیدہ میں پھیل جاتا ہے۔ ان منتشر ذروں اور اجزاء انسانی کو جمع کرنا اور پھر ان میں روح ڈال دینا سطحی نظر والے انسان کی اس لئے سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ سب کو اپنی قدرت پر قیاس کرتا ہے

اور اپنے سے اوپر اور نا قابل قیاس قدرت میں غور نہیں کرتا۔ حالانکہ اگر ذرا وہ اپنے ہی وجود میں غور کرے تو اسے نظر آئے کہ آج بھی اس کا وجود ساری دنیا میں بکھرے ہوئے اجزاء اور ذرات کا مجموعہ ہے۔ انسان کی آفرینش جن ماں باپ کے ذریعے ہوتی ہے اور جن غذاؤں سے ان کا خون اور جسم بنتا ہے وہ خود جہاں کے مختلف گوشوں سے سمٹے ہوئے ذرات ہوتے ہیں۔ پھر پیدائش کے بعد انسان جس غذا کے ذریعے نشوونما پاتا ہے۔ اس میں غور کرے تو اس کی غذاؤں میں ایک ایک چیز ایسی ہے، جو تمام دنیا کے مختلف ذرات سے بنی ہوئی ہے، دودھ پیتا ہے تو وہ کسی گائے بھینس یا بکری کے اجزاء ہیں اور جانوروں میں یہ اجزاء اس گھاس دانے سے پیدا ہوئے جو انہوں نے کھائے ہیں۔ یہ گھاس دانے معلوم نہیں کسی کسی خطہ زمین سے آئے ہیں اور ساری دنیا میں پھرنے والی ہواؤں نے کہاں کہاں کے ذرات کو ان کی تربیت میں شامل کر دیا ہے۔ اس طرح دنیا کا دانہ اور پھل اور ترکاریاں اور انسان کی تمام غذائیں اور دوائیں جو اس کے بدن کا جزء بنتی ہیں وہ کس کس گوشہ عالم سے کس کس طرح حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور نظام محکم نے ایک انسان کے بدن میں جمع فرما دیئے۔ اگر غافل اور کوتاہ انسان دنیا کو چھوڑ کر اپنے ہی تن کی تحقیق (ریسرچ) کرنے بیٹھ جائے تو اس کو یہ نظر آئے گا کہ اس کا وجود خود ایسے بے شمار اجزاء سے مرکب ہے جو کوئی مشرق کا ہے، کوئی مغرب کا۔ کوئی جنوبی دنیا کا، کوئی شمالی حصہ کا۔ آج بھی دنیا میں پھیلے ہوئے اجزاء قدرت کے نظام محکم نے اس کے بدن میں جمع فرما دیتے ہیں اور مرنے کے بعد یہ اجزاء پھر اسی طرح منتشر ہو جائیں گے۔ اب دوسری مرتبہ پھر اس کا جمع فرما دینا اس کی قدرت کاملہ کے لئے کیا دشوار ہے، جس نے پہلی مرتبہ اس کے وجود میں ان منتشر ذرات کو جمع فرما دیا تھا۔ (تفسیر معارف القرآن مفتی محمد شفیع ج ۱ ص ۶۲۴)

تمام شبہات کو دفع کرنے کے لئے حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ کا ایک جامع جواب

(۱) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے درحقیقت تین قسم کے عالم بنائے ہیں: ایک ہے عالم دنیا، ایک ہے عالم برزخ اور ایک ہے عالم آخرت۔

عالم دنیا میں براہ راست اور بالذات الم و تکلیف سے جسم متاثر ہوتا ہے اور روح بھی متاثر ہوتی ہے، لیکن بالتبع اور عالم برزخ میں اس کا برعکس ہوتا ہے اور عالم آخرت میں کوئی کسی کا تابع نہیں ہوتا، جسم اور روح دونوں بالذات متاثر ہوتے ہیں۔ عالم برزخ اور قبر کا عذاب کا تعلق براہ راست روح سے ہوتا ہے جسم اس سے تبعاً متاثر ہوگا اور ہم عالم دنیا میں رہتے ہوئے عالم برزخ کا احساس و ادراک نہیں کر سکتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۷۷، ۷۸)

(۲) بعض اہل علم کا خیال ہے کہ قبر میں عذاب و راحت محض روح کو ہوتی ہے۔ یہ مذہب علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ اور ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ کا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حزم اپنی کتاب ''المحلی'' میں لکھتے ہیں: ''ان عذاب القبر حق و مسألة الارواح بعد الموت'' (المحلی ج ۱ ص ۲۱)

عذاب قبر برحق اور موت کے بعد ارواح سے فرشتوں کا سوال بھی حق ہے حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ وغیرہ کے اس مسلک کا خلاصہ یہ ہے کہ عذاب قبر تو حق ہے، اس سے انکار ایک قطعی امر سے انکار ہے۔ مگر یہ ساری کارروائی روح سے متعلق ہے اس میں روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ: ''ولا یحیی احد بعد الموت الی یوم القیامة'' (المحلی ج ۱ ص ۲۱)

ترجمہ: موت کے بعد تا قیامت کوئی شخص زندہ نہیں کیا جا سکتا۔

اس سلسلہ میں تفصیلی بحث علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ملل ونحل (مترجم اردو) میں کی ہے۔

(ملل ونحل مترجم اردو ج ۲ ص ۱۵۷ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

یہ مسلک کہ قبر میں عذاب و راحت محض روح کو ہے قطع نظر اس سے کہ دلائل کی روشنی میں یہ کتنا وزنی ہے؟ تاہم اس سے جہاں ایک طرف نفس مسئلہ عذاب قبر کی حقانیت واضح ہوتی ہے وہاں بالکلیہ منکرین عذاب قبر کے اشکال (کہ بیشتر ابدان ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور بعض کو جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے اور بعض کو درندے، پرندے اور مچھلیاں کھا جاتی ہیں اور ان کے اجسام ان حیوانات کا جزو بدن ہو جاتے ہیں تو پھر عذاب کیسے؟ کا جواب بھی ہو جاتا ہے، اس لئے کہ جسم خواہ کچھ سے کچھ ہو جائے، مگر عذاب کا تعلق تو روح سے ہے اور روح کو تو موت نہیں آتی تو پھر مطلقاً عذاب قبر کے انکار کا کیا معنی ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ ابن حزم ظاہری نے منکرین عذاب قبر کے اعتراضات سے بچنے کے لئے عذاب ارواح کا قول کیا، مگر نفس عذاب قبر و برزخ سے وہ بھی انکار نہیں کرتے ہیں۔

(۳) بعض اہل علم اور صوفیاء کرام کا مسلک ہے کہ قبر اور برزخ میں راحت وکلفت روح اور بدن دونوں کو ہوتی ہے، لیکن بدن اولی، عنصری اور مادی کو نہیں بلکہ بدن مثالی کو جو ان کے نزدیک بدن عنصری کے اندر حلول کئے ہوئے ہوتا ہے جس کو بعض نفس ناطقہ اور بعض نسمہ بھی کہتے ہیں اور قبر میں روح کا تعلق اس بدن مثالی سے ہوتا ہے۔ اگرچہ بدن عنصری اور مادی ریزہ ریزہ ہو کر فنا ہی کیوں نہ ہو جائے یا اس کو جلا دیا جائے یا اس کو حیوانات ہڑپ کر جائے اور یہی وجہ ہے کہ دیکھنے والوں کو قبر میں کوئی راحت وتکلیف جو مردہ پر وارد ہوتی ہے محسوس نہیں ہوتی کیونکہ ان کی نگاہ تو بدن مادی پر پڑتی ہے اور بدن مثالی محسوس نہیں ہوتی تو اس طرح اس کی راحت وتکلیف بھی محسوس نہیں ہوتی اور چونکہ احادیث صحیحہ اور حضرات ائمہ دین کی عبارات میں جسم اور بدن کا لفظ مذکور ہے۔ اس لئے ان حضرات نے اس بدن سے بدن مثالی مراد لی ہے اور فرماتے ہیں کہ ارباب کشف نے اپنے کشف کے ذریعہ اس بدن کا ادراک کیا ہے اور متعدد کتب تفسیر اور تصوف میں بدن مثالی کا ذکر موجود ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وقد صح انه صلی اللہ علیہ وسلم رای موسی علیہ السلام قائما يصلي في قبره ورای في السماء وراه يطوف بالبيت'' (روح المعانی ج ۱۵ ص ۷۲۳ وفی روح المعانی ج ۲ ص ۲۱۷ وفتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰)

اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور شب معراج میں ان کو آسمان پر بھی دیکھا اور انہیں خانہ کعبہ کا طواف کرتے بھی دیکھا اور بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کے بارے میں آپ کا کہنا ارشاد ہے جس کی امام ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں امام طبرانی کبیر میں تخریج کی ہے: ''فقال مثل لي النبيون فصليت بهم'' (البیضاوی ج ۳ ص ۱۲ مظہری ج ۵ ص ۳۹۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میرے لئے مثالی جسم میں حاضر کئے گئے اور میں نے انہیں نماز پڑھائی۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات لوگوں سے بدن مثالی ہی سے ہوتی ہے۔

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۲۶)

تفسیر ابن کثیر ﷫ وغیرہ میں ہے کہ زلیخا نے جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلانے کی کوشش کی تھی تو اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثالی صورت ہی ان کے سامنے پیش ہوئی تھی۔

(ابن کثیر ج ۲ ص ۴۷۴، وصراط مستقیم ۱۴۸، تسکین الصدور ص ۹۵)

بہر حال عالم مثالی کا وجود تسلیم کر لینے سے بہت سے مسائل کا جواب نکل آتا ہے اور بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں۔

کچھ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ﷫ کے حوالے سے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ﷫ نے اپنے زمانہ میں فرنگی اقتدار اور مغربی خیالات کی اشاعت کے باعث اسلام کے متعلق شکوک وشبہات پیدا ہونے کا خطرہ بھانپ کر اس کے تدارک و مدافعت کے لئے مکمل دلائل و براہین کا ایک بے بہا ذخیرہ ''حجۃ البالغہ'' نامی کتاب کی شکل میں فراہم کر دیا، تاکہ آئندہ نسلیں اس سے مستفید ہو کر صحیح راہ نہ چھوڑیں۔ چنانچہ شاہ صاحب ﷫ نے مذکورہ کتاب میں عالم مثال کا ایک باب باندھا ہے اور اس کے تمام اصول وفروع بیان کئے ہیں۔ ہم اس موقع پر شاہ صاحب کے اس باب کا پورا ترجمہ درج کرتے ہیں:

''معلوم ہونا چاہئے کہ بہت سی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس عالم عنصری (مادی دنیا) کے علاوہ ایک اور ایسا عالم موجود ہے جس میں معنوی (پوشیدہ) چیزیں (مثلاً صفات انسانی وغیرہ) اپنی صفت کے مناسب جسم میں ظہور آتی ہیں اور زمین میں پائے جانے سے پیشتر ہر چیز پہلے وہاں موجود ہوتی ہے اور یہ دنیاوی وجود ایک اعتبار بالکل اس عالم مثال کے مطابق ہوتا ہے اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا عام لوگوں کے نزدیک جسم نہیں ہے۔ اس عالم میں منتقل ہوتی اور اترتی ہیں لیکن لوگوں کو دکھائی نہیں دیتیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب خدا نے رحم (صلہ رحم کا رشتہ مہربانی) کو پیدا کیا تو وہ کھڑا ہو کر یہ کہنے لگا کہ یہاں اس شخص کا ٹھکانہ ہے جو قطع رحم کرنے (ناطہ توڑنے) میں تجھ سے ڈرتا اور تیری پناہ مانگتا ہے اور فرمایا کہ سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران قیامت کے دن اس طرح سے آئیں گی کہ گویا وہ دو بدلیاں یا دو چھتریاں اور سائے یا صف بستہ پرندوں کے دو غول ہیں اور وہ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے ہو کر گفتگو کریں گی اور فرمایا کہ قیامت کے روز سب اعمال آئیں گے پہلے نماز آئے گی پھر صدقہ آئے گا پھر روزے وغیرہ اور فرمایا کہ نیکی اور بدی دو مجسم چیزیں بن کر قیامت کے روز کھڑی ہوں گی، نیکی تو اپنے کرنے والے کو خوشخبری دے گی اور بادی کہے گی: بچو، بچو! لیکن وہ (بدلوگ) اس سے بچ نہ سکیں گے اور فرمایا کہ قیامت کے روز خداوند تعالیٰ تمام دنوں کو تو ہو بہو لائے گا، لیکن جمعہ کے دن کو نہایت چمک دمک سے ظاہر کرے گا اور فرمایا کہ دنیا قیامت کے روز ایک ایسی ادھیڑ عمر بڑھیا کی صورت میں لائی جائی گی جس کے نیلے نیلے دانت ہوں گے اور پھیلا ہوا بدنما منہ ہوگا، اور فرمایا کہ (اے لوگو) جس کو میں دیکھتا ہوں کیا وہ تم کو نظر آتا ہے میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرف فتنے وفساد برستے دیکھتا ہوں۔'' (یہ آپ ﷺ نے اہل مدینہ سے فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ کے بعد ایسا ہی ہوا، شہادت حسنین اور تقتل حراء جیسے سخت مصائب اہل مدینہ پر نازل ہوئے: مترجم)

حدیث معراج میں ہے کہ یکا یک مجھ کو چار نہریں دکھلائی دیں دو باطنی اور دو ظاہری تو میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ دو باطنی نہریں جنت میں ہیں اور جو دو باقی ظاہری ہیں، وہ نیل اور

قرات ہیں اور سورج گرہن کی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو جنت و دوزخ کی صورت دکھائی گئی اور ایک روایت میں یوں کہ قبلہ کی (یعنی سامنے کی دیوار اور میرے درمیان جنت و دوزخ کی صورت دکھائی گئی اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ (دوزخ) کی آگ کی گرمی سے اف اف کرتے ہوئے پیچھے ہٹے اور اس آگ میں حاجیوں کے مال چرانے والے کو دیکھا اور اس عورت کو بھی دیکھا جس نے کسی بلی کو باندھ کر بھوکا پیاسا مارا تھا اور جنت میں اس رنڈی کو دیکھا جس نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ جنت اور جہنم کی وسعت جو عام لوگوں کے خیال میں ہے، وہ اس قدر مسافت (یعنی کعبہ کی چاردیواری) میں نہیں سا سکتی اور ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ جنت ایسی تکلیف دہ چیزوں سے گھری ہوئی ہے جو نفس کو ناگوار ہیں، اور دوزخ ایسی لذت والی چیزوں سے جن کی نفس کو خواہش ہے (یعنی جنت میں جانے کے لئے مشکلات جھیلنی پڑتی ہیں اور دوزخ میں جانے والا اس میں داخل ہونے سے قبل بڑے عیش و آرام اور بغیر کسی تکلیف کے رہ چکا ہوگا) پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ لو اب ان کو دیکھو، اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب بلا نازل ہوتی ہے تو دعا اس سے لڑتی اور اس کو روکتی ہے اور فرمایا کہ اللہ نے عقل کو پیدا کر کے یہ کہا کہ سامنے آ، تو وہ آگئی اور پھر کہا کہ چلی جا، تو وہ چلی گئی اور فرمایا کہ یہ دو کتابیں پروردگار عالم کی طرف سے (ارسال کردہ) ہیں۔ (اس میں شاید اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ جس میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ دو کتابیں لئے ہوئے نکلے اور فرمایا کہ ایک کتاب میں تو جنتیوں کے نام ہیں اور ایک میں دوزخیوں کے) اور فرمایا کہ موت ایک مینڈھے کی شکل میں لا کر جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے مریم کے پاس اپنا ایک فرشتہ بھیجا تو وہ ان کو ایک جوان آدمی کی شکل میں دکھائی دیا اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جبرائیل آنحضرت ﷺ کے پاس آتے تھے تو آپ ان کو دیکھتے تھے اور ان سے باتیں بھی کرتے تھے لیکن اور لوگوں کو نظر نہیں آتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مومن کی قبر ستر گز لمبی اور ستر گز کشادہ ہو جاتی ہے اور کافر کی تنگ۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں اُلٹ پلٹ کر ادھر کی اُدھر نکل جاتی ہیں اور یہ کہ قبر میں میت کے پاس فرشتے آکر اس سے سوال کرتے ہیں اور اس کے اعمال اس کو ایک خاص شکل میں نظر آنے لگتے ہیں اور یہ کہ جانکنی کے وقت فرشتے آتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں یا تو ریشم ہوتا ہے یا ٹاٹ (تاکہ مرنے والا اگر مؤمن صالح ہو تو اس کی تو روح ریشم میں لے جائیں اور اگر فاسق فاجر کا ہو تو ٹاٹ میں لے جائیں اور یہ کہ قبر میں (کافر) کی چیخ کو مشرق سے مغرب تک (سوائے جن و انس) کے سب سنتے ہیں اور یہ کہ ہر کافر پر اس کی قبر میں ننانوے زہریلے اژدھے مسلط کئے جاتے ہیں، تاکہ وہ اس کو قیامت کے آنے تک نوچتے اور ڈستے رہیں اور فرمایا کہ جب مردہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اسے آفتاب غروب ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے تب وہ بیٹھ کر آنکھیں ملنے لگتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو تو سہی میں ذرا نماز پڑھ لوں۔

حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ قیامت میں اہل حشر کو مختلف صورتوں میں اپنی تجلی دکھائے گا اور یہ کہ نبی کریم ﷺ خداوند تعالیٰ کے پاس جائیں گے اور وہ اپنی کرسی پر (جلوہ افروز) ہوگا اور یہ کہ خداوند تعالیٰ ابن آدم سے دو بدو کلام کرے گا۔ اس کے اور بہت سی احادیث ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اب ان احادیث کا دیکھنے والا تین حال سے خالی نہیں:

(الف): یا تو ان کے ظاہری معنی کا اقرار کر کے ایک عالم ثابت کرے گا جس کا حال ہم نے ذکر کیا یعنی

(عالم مثال) چنانچہ علمائے حدیث کا یہی دستور ہے۔ جیسے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو اسی کا قائل ہوں اور خود میری بھی یہی رائے ہے اور یہی مذہب ہے۔

(ب): یا وہ یوں کہے گا کہ یہ چیزیں محض حسن بصر میں دکھائی دیتی ہیں اور اصل میں ان کا کچھ وجود نہیں، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس آیت: ''یوم تاتي السماء بدخان مبین (الدخان: ۱۰)'' کی تفسیر میں ایسا ہی کہا ہے کہ ان کے زمانہ میں قحط سالی ہوگئی تھی اس وقت جب کوئی آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو بھوک کی وجہ سے اس کو دھواں سا نظر آتا تھا اور ابن ماجشون رحمۃ اللہ علیہ (مشہور محدث) سے منقول ہے کہ جس حدیث میں بھی خداوند تعالیٰ کی نسبت قیامت کے روز نقل وحرکت کرنے یا رویت وتجلی کا ذکر آیا ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی نگاہ بدل دے گا، جس کو وہ آسمان سے اترتا اور تجلی کرتا دیکھیں گے اور یوں سمجھیں گے کہ وہ ان سے کلام کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی اسی عظمت سے ہے نہ اترتا ہے نہ کوئی نقل وحرکت بندوں کرتا ہے اور یہ سب اس لئے ہے کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

(ج): یا یوں کہے گا کہ ان احادیث میں سب باتیں بطور تمثیل کے بیان کی گئی ہیں جن سے مقصود کچھ اور ہے لیکن میرا خیال ہے کہ یہ تیسرا قول کسی اہل حق کا نہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر کے باب میں ان تینوں مقامات کی صورت بہت اچھی طرح بیان کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث کے ظاہری معنی تو صحیح ہیں لیکن ان کے اسرار و بھی مخفی ہیں اور اہل بصیرت پر یہ سب واضح ہیں۔ لہٰذا جس کو ان کے اسرار معلوم نہ ہوں اور اصل حقیقت کا علم نہ ہو تو اسے ان کے ظاہری معنوں کا انکار نہیں کرنا چاہئے بلکہ سچا جان کر تسلیم کر لینا چاہئے۔ کیونکہ یہی ایمان کا ادنی درجہ ہے۔ اگر کوئی یوں کہے کہ ہم نے کافر کی قبر کو بارہا کھول کر دیکھا اور عرصہ تک اس کی لاش کو بھی قبر میں پڑے دیکھا لیکن یہ چیزیں ہم نے کبھی نہیں دیکھیں (یعنی ان پر راحت وعذاب ہوتے نہیں دیکھا) پھر خلاف مشاہدہ چیزوں کی کیسے تصدیق کی جائے؟ تو اس کا جواب یوں ہے کہ انسان کے ہر ایسی باتوں کی تصدیق کرنے میں تین حال ہیں:

(۱) پہلا حال جو کہ سب سے زیادہ واضح ہیں اور قابل تسلیم ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب باتیں اپنی جگہ موجود ہیں۔ بے شک اس کو سانپ اور اژدھا ڈس رہا ہے لیکن تجھ کو ان آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ کیونکہ ملکوتی امور کے دیکھنے کی ان آنکھوں میں صلاحیت ہی نہیں اور جو چیز بھی آخرت سے تعلق رکھتی ہے وہ ملکوتی ہے۔ دیکھئے صحابہ کرام نزول جبرائیل پر کس طرح سے ایمان رکھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام خود دیکھا کرتے ہیں۔ پس اگر تم کو اس بات پر ایمان نہیں تو تمہارا ملائکہ اور وحی پر بھی صحیح طور سے ایمان لانا بڑا مشکل ہے۔ لہٰذا پہلے اس کی تجدید وصحیح ضروری ہے اور اگر تم کو ایمان ہے اور تمہارے نزدیک ممکن ہے کہ ایک چیز امت کو نظر نہ آئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی دے تو پھر میت کی بابت اس کے تسلیم کرنے میں تم کو کیوں تردد ہے؟ اور جس طرح فرشتے آدمی اور حیوانات کے مشابہ نہیں اسی طرح وہ سانپ اور بچھو جو میت کو ڈستے ہیں۔ ہمارے عالم (عنصری) کے سانپ بچھوؤں کی طرح نہیں بلکہ وہ کسی اور جنس کے ہیں اور کسی اور قسم کی (قوت) کے محتاج ہیں جس سے ادراک وعلم میں آسکتے ہیں۔

(۲) دوسرا حال یہ ہے کہ سونے والے کی حالت تو تم کو یاد حالت تو تم کو یاد ہوگی کہ خواب میں سانپ کو ڈستے دیکھتا ہے اور اس کی تکلیف وایذا بھی اس کو محسوس ہوتی ہے۔ جس طرح کہ جاگتے کو محسوس ہوتی ہے یہاں تک کہ تم اس کو چیختے ہوئے اور ماتھے پر پسینہ آتے ہوئے دیکھتے ہو اور بھی وہ اپنی جگہ سے اچھل بھی پڑتا ہے یہ سب

باتیں وہی دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے لیکن ظاہر میں تم اس کو وہیں خاموش پڑا دیکھتے ہو نہ اس کے گرد سانپ دکھائی دیتے ہیں نہ بچھو۔ حالانکہ اس کے لحاظ سے سانپ بھی اس کے پاس موجود ہیں اور بچھو بھی اور تکلیف بھی اسے برابر محسوس ہو رہی ہے، لیکن یہ باتیں تمہارے لحاظ سے مشاہدہ سے باہر ہیں اور جب سزا وعذاب دراصل ڈسنے کی تکلیف سے ہوتا ہے تو پھر خیالی سانپ ہونے یا حقیقی سانپ ہونے سے (اس میں) کیا فرق پڑتا ہے۔

(۳) تیسرا حال یہ ہے کہ تم خوب جانتے ہو کہ سانپ بذات خود کچھ تکلیف وضرر نہیں دیتا، بلکہ جس چیز سے تم کو درد و تکلیف پہنچتی ہے وہ اس کا زہر ہے، پھر بھی بذات خود کچھ (باعث) تکلیف نہیں تو اگر سوائے زہر کے چاہے کسی اور چیز سے یہ اثر کم نہ ہوگا لیکن اس عذاب (کی تکلیف) کو بغیر ایسے سبب کی طرف نسبت دیئے بیان کر سکو گے جس سے عام طور پر اسی قسم کی تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسے جماع کی لذت اگر انسان کو بغیر عورت سے صحبت کئے حاصل ہو جائے تو وہ اس کی تعریف مباشرت کی طرف نسبت دیئے بغیر نہیں کر سکتا اور یہ نسبت محض سبب (کے اثر) کی تعریف کے لئے کرتے ہیں اور اس لئے کہ سبب کا ثمرہ معلوم ہو جائے گا۔ گو سبب کی صورت حاصل نہ ہو اور سبب (بیان کرنے) سے اس کا ثمرہ بتانا مقصود ہے بذات خود سبب (بیان کرنا) مقصود نہیں ہوتا اور انسان کی زندگی کی خراب عادتیں ہی موت کے وقت اس کو ایذاء اور الم دینے کے لئے موجود ہوتی ہیں اور ان کا درد والم سانپ کے ڈسنے کے برابر ہوتا ہے، گو سانپ وہاں موجود نہ ہوں، یہاں تک امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام تھا جو تمام ہو چکا۔

(حجۃ اللہ البالغہ، باب ذکر عالم المثال وسیرۃ النبی ج ۳ ص ۴ ۱۴، علامہ نعمانی رحمۃ اللہ علیہ)

عالم مثال ثابت کرنے کے بعد شاہ صاحب نے آگے چل کر باب حقیقۃ الروح (باب حقیقت روح کے بیان میں) کے تحت روح کی تفصیل کے ضمن میں عالم مثال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''فکذلک سر فی النسمة و حدلها لا یجاوزها الأمر و اذا مات الانسان كان للنسمة نشأة فنشني فيض الروح الالهي فيها قوة فيما بقي من الحسالمشترك تكفي كفاية السمع والبصر والكلام بمدد من عالم المثال أعني القوة المتوسط بين المجرد والمحسوس المنشنة في الأفلاك كشني واحد وربماتسعد النسمة جينئد للباس نوراني او ظلماني بمدد من عالم المثال ومن هنالك تتولد عجائب عالم البرزخ ثم اذا نفخ في الصور اي جاء فيض عام من باريالصور بمنزلة الفيض الذي كان منه في بدأ الخلق حين نفخت الروح في الأجساد واسس عام المواليد أوجب فيض الروح الإلهي ان يكتسي لباساً جسمانياً أو لباساًبين المثال والجسم فيتحقق جميع ماأخبر به الصادق المصدوق''

اسی طرح (یعنی روح ہوائی) میں بھی ایک سر اور راز ہے اور اس کی خاص حد اور اندازہ ہے جس سے تجاوز نہیں ہو سکتا اور جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کی روح الٰہی کی اور ہی صورت پیدا ہو جاتی ہے پھر روح حقیقی کی وجہ سے اس کی حس مشترک میں جو کچھ باقی تھا۔ اس میں ایک ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جو عالم مثال کی مدد سے قوت گویائی وشنوائی وبینائی کا کام دیتی ہے، یعنی اس کو ایسی قوت ملتی ہے جو محسوسات ومجردات کے بین بین ہوتی ہے جیسے کہ افلاک میں یکساں قوت رکھی گئی ہے اور بسا اوقات روح ہوائی کو عالم مثال کے ذریعے سے لباس نورانی یا ظلمانی کی قابلیت واستعداد پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے عالم برزخ کے عجائبات ظاہر ہوتے ہیں، پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس وقت روح الٰہی یعنی حقیقی روح کے فیضان سے اس کو پھر لباس جسمانی یا ایسا لباس پہنایا جائے گا جو عالم مثال اور جسم

کے بین بین ہوگا، پھر وہ سب باتیں جن کی مخبر صادق ﷺ نے خبر دی تھی ایک ایک کر کے پیش آئیں گی۔

اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی دو روح ہیں، ایک روح ہوائی (بدن کے بخارات لطیفہ) جس کو نسمہ بھی کہتے ہیں۔ دوسری روح حقیقی، اور روح حقیقی کی سواری روح ہوائی ہے، موت کے وقت روح ہوائی کے جدا ہونے کے ساتھ ساتھ روح حقیقی بھی چلی جاتی ہے۔ اس کے بعد روح ہوائی کو عالم برزخ میں اس کی قابلیت کے موافق ایک جسم نورانی یا ظلمانی دیا جاتا ہے اور شنوائی اور گویائی و بینائی کی سب قوتیں اس کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح کہ مرنے کے بعد عالم برزخ میں اسی لباس نورانی یا ظلمانی کی وجہ سے اس پر صدہا رنج و راحت گزرتے ہیں اور حشر کے دن اس کو پھر جسمانی لباس یا ایسا مناسب لباس جو عالم مثال اور جسم کے بین بین ہو پہنا کر وہاں کے عذاب و ثواب دکھائے جائیں گے۔ (حجۃ اللہ البالغہ مع ترجمہ اردو ص ۴۳، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے علاوہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تحقیق الرؤیا'' میں عالم مثال بھی تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''ووافقهم على اثبات هذا العالم، بعض المتكلمين كالا مام حجة الإسلام الغزالي والراغب والإمام فخر الدين الرازي وغيرهم ووافقهما.قدماء المشائين ايضاً'' (تحقیق الرؤیا ص ۲۷، الرحیم اکیڈمی کراچی)

اور اس عالم (عالم مثال) کے اثبات پر بعض متکلمین نے بھی موافقت کی ہے اور ان میں امام حجت الاسلام غزالی رحمہ اللہ، امام راغب رحمہ اللہ، امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ وغیرہ کے علاوہ قدمائے مشائین بھی شامل ہیں، جیسے ارسطو اور فارابی وغیرہ۔ چنانچہ فارابی کا قول نقل کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''وقال الفارابي هده الأنفس اذا كانت ذكية وفارقت البدن وكانت متصورة لأمور قبلت لها في أمر عاقبتها من الحور والقصور فانها تتخيل جميع مافيه لها في الدنيا ويكون الة تخيلها لذلك خيال لاجرام السماوية فى شاهد جميع مافيه في الدنيا مناحوال القبر والبعث وغيره... الخ'' (تحقیق الرؤیا ص ۲۸)

فارابی نے کہا ہے کہ یہ نفس ناطقہ جب ذکی ہو جاتے ہیں اور ابدان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں تو جن امور کے عاقبت میں قائل تھے، جیسے حور قصور وغیرہ ان کو تصور کرتے ہیں، کیونکہ ان نفوس کے جو کچھ دنیا میں عقائد تھے ان کو تخیل کرتے ہیں اور ان کے اس تخیل کا آلہ اجرام سماویہ کا خیال ہے۔ پس دنیا میں جو کچھ وہ نفوس تصور کرتے تھے، مثلاً احوال قبر اور دوبارہ اٹھنا وغیرہ ان سب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

عالم مثال کے اثبات پر تمام صوفیاء کرام کا اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ووافقهم على ذالك من الفرق الإسلامية اتباع بني هاشم بن محمد بن الحنفية قالوا: ان لكل ظاهر باطنا ولكل شخص روحاً ولكل تنزيل تاويلاً ومثاله في هذا العالم، حقيقة في ذالك العالم وهو العالم الذي استاثر به على ابنه محمد بن الحنفية، والصوفية قاطبة مجمعون على اثبات هذا العالم قال الشيخ الأكبر في الباب الثامن من الفتوحات في كلامه له: وخلق الله في جملة عوالمها عالماً على صورنا اذا أبصر به العارف يشاهد فيها نفسه وقد اشار الى ذالک عبدالله بن عباس فيما روى عنه من حديث الكعبة وانها بيت واحد من اربعة عشر بيتاً وان في كل أرض من الارضين السبع خلقا مثلنا حتى ان فيهم ابن عباس "مثلي... الخ'' (تحقیق الرؤیا ص ۲۹)

اسلامی فرقوں میں سے اس پر بنی ہاشم بن محمد الحنفیہ کے متبعین نے موافقت کی ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہر

ظاہر کے لئے ایک باطن ہے اور ہر شخص کی روح ہے اور ہر تنزیل کی تاویل ہے اور اس عالم کی مثال کے لئے ایک حقیقت اس عالم میں ہے اور وہ ایسا عالم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے محمد بن الحنفیہ کے لئے پسند اور اختیار فرمایا اور تمام صوفیاء نے اس عالم کے اثبات پر اجماع کیا ہے۔ چنانچہ شیخ اکبر رحمہ اللہ نے فتوحات کے باب ثامن میں ایک موقع پر کہا ہے حق تعالیٰ نے منجملہ نفوس کے عوالم سے ایک عالم پیدا کیا ہے جو اس عالم کے مشابہ ہے جب اس کو عارف دیکھتا ہے اس میں اپنے نفس کا مشاہدہ کرتا ہے، اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک روایت میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اور وہ حدیث کعبہ ہے، جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ کعبہ ایک بیت ہے، جو چودہ بیت سے بنایا گیا ہے اور ہر زمین میں ساتوں زمین سے ہماری مثل مخلوق ہے۔ حتیٰ کہ ان میں میری مثل ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے۔ ان حضرات کے علاوہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عالم امثال اور عذاب وثواب کا اثبات کیا ہے۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ''بالتصریح یعنی صراحۃً یہ بات ثابت ہے کہ عالم دنیا اور عالم آخرت دونوں کے درمیان ایک اور بھی عالم ہے جس کو عالم مثال کہتے ہیں، جو درمیان دنیا اور آخرت کے برزخ ہے اور اس عالم کے ماننے سے ہزاروں اشکالات قرآن وحدیث کے حل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً حدیث میں ہے کہ قبر میں عذاب کی ایک صورت یہ ہوگی کہ زمین مل جائے گی اور صاحب قبر کو دبائے گی۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جتنا فاصلہ لاش اور قبر کی دیواروں میں مردہ کو رکھتے وقت ہوتا ہے، وہی باقی رہتا ہے۔ لاش دبتی دباتی کچھ بھی نہیں، ویسی کی ویسی رکھی رہتی ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے چونکہ اس کو دنیا ہی کے متعلق سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ دنیا کے متعلق تو ہے ہی نہیں۔ کیونکہ مشاہدہ اس کی تکذیب کرتا ہے اور اگر آخرت کے متعلق سمجھا جائے تو اوّل تو آخرت میں وہ زمین نہیں جو لفظ زمین سے متبادر ہے، پھر یہ کہ آخرت میں اگر وہ پہنچ جائے تو پھر وہاں وہی ٹھکانے ہیں۔ یعنی جنت یا دوزخ اور وہاں سے داخل ہونے کے بعد نکلنا تو ممکن نہیں تو پھر جنت دوزخ میں جانے کا کیا معنی؟ تو پھر حدیث کا کیا مطلب؟ چنانچہ اوّل نظر میں تو کسی کو بھی شبہ ہو سکتا ہے کہ جو ملاحدہ اور بعض اہل سائنس کہتے ہیں وہی ٹھیک ہے۔ چنانچہ ملاحدہ اور بعض اہل سائنس جو ایمان لائے ان کا بھی یہی مذہب رہا کہ یہ سب مثالیں ہیں اور مطلب یہ ہے ایسی حالت ہوتی ہے۔ یعنی بعض مشابہ ان حالتوں کی ہوتی ہے۔ واقع میں یہ حالتیں پیش نہیں آتیں تو اپنے نزدیک گویا یہ بہت بڑی دوڑ دوڑے۔ الغرض! وہ لوگ محض روحانی عذاب وثواب کے قائل ہو گئے اور جسمانی کے منکر ہو گئے۔ اسی طرح حدیث شریف میں جو ہے: ''القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفرات النار'' یعنی قبر یا جنت کا ٹکڑا ہوتی ہے یا دوزخ کا گڑھا تو وہ لوگ اس پر کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں قبر میں نہ تو پھول ہیں جنت کے، نہ آگ ہے دوزخ کی۔ پھر اپنے ظاہری معنوں پر قبر دوزخ کا گڑھا یا جنت کا ٹکڑا کیونکر ہو سکتی ہے۔ غرض! یہاں قبر کی جنت و دوزخ میں تو یہ اشکال ہے، رہی آخرت سو وہاں کی دوزخ و جنت میں وہ پہلے والا اشکال ہے۔

بہر حال یہ اشکال حل نہیں ہو سکتا جب تک تیسرے عالم کے قائل نہ ہوں، جس کو عالم برزخ اور عالم مثال بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ مشابہ اس عالم کے بھی ہے، یعنی باعتبار آخرت کے تو گویا کہ وہ دنیا ہے اور باعتبار دنیا کے گویا وہ آخرت ہے، جیسے باغ کا پھاٹک کہ بہ نسبت اندرونی حصہ باغ کے، تو گویا وہ باغ نہیں ہے لیکن بہ نسبت خارج حصہ باغ کے گویا وہ باغ ہے یا جیسے حوالات کہ بہ نسبت گھر کے تو وہ جیل خانہ ہے مگر بہ نسبت جیل خانہ کے پھر گھر ہے۔ لہٰذا مرنے کے بعد روح کے لئے ایک جسم مثالی ہوگا اور جسم مثالی بعینہٖ جسم عنصری نہیں ہے بلکہ عالم مثالی ہے۔ بس اس عالم

مثالی کا نام قبر ہے، یعنی قبر سے مراد یہ مخصوص گڑھا نہیں ہے۔ کیونکہ کسی کو بھیڑیا کھا گیا یا کوئی سمندر میں غرق ہو گیا تو اس صورت میں چونکہ وہ زمین میں دفن نہیں ہوا اس لئے اس کو چاہئے کہ قبر کا عذاب ہی نہ ہو، لیکن اب اشکال ہی نہیں رہا، کیونکہ وہ عالم مثال ہے، وہیں اس کو عذاب قبر بھی ہو جائے گا، قبر اور وہاں پہنچنا کسی حال میں منتفی نہیں، خواہ مردہ دفن ہو یا نہ ہو۔ بہر حال اس عالم مثال میں مردے کو فرشتے بٹھلاتے ہیں وہی اس سے سوالات کرتے ہیں وہیں کی زمین اس کو دباتی ہے وہیں اس کو عذاب وثواب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ وہ عالم مثالی کچھ خواب میں منکشف ہوتا ہے، بچے خواب میں تو اس عالم کا کچھ کچھ انکشاف ہو جاتا ہے۔ بس اتنا فرق ہے کہ خواب میں حقیقت اس عالم کی مغلوب ہوتی ہے اور وہاں بالکل حقیقت ہی حقیقت ہوگی اگر کوئی خواب میں یہ دیکھے کہ اُسے سانپ نے کاٹا ہے اور وہ خواب ہی میں بھاگتا ہے، چیختا چلاتا ہے تو اگر کوئی خواب دیکھنے والے سے یہ کہے کہ تم جھوٹے ہو تو کہہ سکتا ہے مگر چونکہ یہ امر خواب میں ہر کسی کو واقع ہوتا ہے اور عالم مثال منکشف ہوتا ہے اس لئے اس کی کوئی تکذیب نہیں کرتا اور شارع علیہ السلام نے اس کی خبر دی تو وہاں تکذیب کرتا ہے۔ حیرت ہے، عالم مثال کی مثال آئینہ جیسی ہے، جیسے آئینہ میں اپنی شبیہ نظر آتی ہے لیکن آئینہ میں بھی ہمیشہ شکل بالکل مشابہ نظر نہیں آتی کسی آئینہ میں تو لمبا چہرہ نظر آتا ہے، کسی میں بہت چوڑا یا جیسے سیاہ آئینے میں سیاہ صورت نظر آتی ہے اور سرخ میں سرخ نظر آتی ہے تو جو چیزیں آئینے میں نظر آتی وہ تمام وجوہات سے مشابہت نہیں رکھتیں بلکہ آئینے میں نظر آنے والا عکس محض ایک مثال ہے تو جیسے آئینے میں سب چیزیں نظر آتی ہیں۔ اس طرح عالم مثال میں اور اس عالم میں جو صورتیں مشابہ ہیں انہیں سے بعض میں مماثلت نہیں ہوتی ہے اور بعض میں مناسبت ہوتی ہے اور وہ مناسبت بعض اوقات جلی ہوتی ہے اور بعض اوقات خفی، مثلاً ہم نے خواب میں دیکھا کہ فلاں شخص کا لڑکا پیدا ہوا ہے اور بعد میں سن بھی لیا کہ واقعی اس کے لڑکا پیدا ہو گیا تو یہاں باہم مناسبت قوی اور جلی ہے لیکن کبھی مماثلت قوی نہیں ہوتی بلکہ ضعیف اور خفی ہوتی ہے جیسے میں نے دیوبند میں خواب دیکھا کہ منشی سراج الحق ایک پلنگ پر بیٹھے ہیں لیکن وہ دو ہیں یعنی سرہانے بھی وہی بیٹھے ہیں اور پائنتی بھی وہی بیٹھے۔

مولانا یعقوب صاحب سے میں نے خواب بیان کیا تو مولانا نے فی البدیہہ فرمایا کہ ان شاء اللہ ان کے لڑکا ہوگا کیونکہ اولاد باپ کا وجود ثانی ہے۔ چنانچہ ان کے گھر میں لڑکا ہی پیدا ہوا، یہ مناسبت خفی تھی اب جس کو اس عالم مثالی کی وجود مناسبت کا زیادہ علم ہوگا اتنا ہی وہ اعلیٰ درجے کا معتبر ہوگا کیونکہ تعبیر خواب کا حاصل یہی ہے کہ معبر صورت مرئیہ سے صورت مثالیہ کی عبوری کرنا ہے تو یہ معبر صورت مناسبہ کو سمجھ لینا ہے کہ یہ کس حقیقت کی صورت ہے اور یہ کوئی بزرگی کی بات نہیں ہے بلکہ محض فراست ہے۔ (اشرف الجواب ج ۴ ص ۱۰، ۴۱۰، وآثار المرابع ص ۳۸)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''برزخ میں انسان کو دوسرا جسم عطا ہوتا ہے جو کہ جسم مثالی ہے عذاب وثواب اس کو ہوتا ہے۔ لہٰذا جسد عنصری پر عذاب وثواب محسوس نہ ہونے سے اس کی مطلقاً نفی نہیں ہوسکتی۔ پھر بعض دفعہ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ظاہر کرنے کے لئے اس جسم عنصری پر بھی عذاب وثواب کو ظاہر کیا ہے۔''

(خیر الحیات وخیر الممات باختصار ص ۳۶)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: روح پر موت نہیں آتی بلکہ وہ بجنسہٖ (ہو بہو) موت کے بعد اپنے حال پر رہتی ہے اور اب بجائے اس جسم کے (یعنی جسم عنصری مادی کے) جو موت کے بعد فناء اور ختم ہو جاتا ہے روح کا مرکب (سواری) دوسرا جسم بنتا ہے کہ جس کو جسم مثالی کہتے ہیں، اب روح اس جسم کے ذریعے سے سارے انتفاعات و

تلذذات حاصل کرتی ہے اور یہ جسم (جسم مثالی) جسم عنصری مادی سے لطیف اور قوی تر ہے۔ (ترجیح الآخرۃ ص ۳۶)

لیکن آپ ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: جسم مثالی صرف برزخ ہی میں انسان کو عطا ہوگا اور جنت ودوزخ میں یہی جسم عنصری پھر مل جائے گا۔

نوٹ: کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ جسد مثالی پر وقوع عذاب کے ساتھ ساتھ اجزاء جسم خاکی پر بھی عذاب مانتے ہیں۔ تفصیل کے لئے (امداد الفتاوی ج ۶، ص ۱۲۸، المصالح العقلیہ ص ۳۲۲، ۳۲۷) کی عبارات دیکھئے۔

(اشرف الجواب جز ۴ ص ۴۹۰)

عذاب قبر کے بارے میں قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ کی تحقیق

بیہقی وقت، حضرت قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ کی تحقیق سے قبل یہ وضاحت ضروری ہے کہ موت کے بعد انسانی روحوں کا مقام کہاں ہے؟ اس معاملے میں روایات، حدیث بظاہر مختلف ہیں۔ سجین اور علیین کی تفسیر کے بارے میں جو روایات مذکور ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کفار سجین میں رہتی ہیں جو ساتویں زمین میں اور ارواح مومنین علیین میں رہتی ہیں، جو ساتویں آسمان پر زیر عرش ہے۔ نیز بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ارواح کفار جہنم اور ارواح مؤمنین جنت میں رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤمنین وکفار دونوں کی روحیں ان کی قبروں میں رہتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں اس کی صراحت ہے۔

امام عبدالبر رحمۃ اللہ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ سب کی ارواح بعد الموت قبر ہی میں رہتی ہیں، ان میں اور دوسری روایات میں یہ جو اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعض سے ارواح مؤمنین کا علیین میں رہنا معلوم ہوتا ہے اور بعض سے جنت میں رہنا، غور کیا جائے تو یہ کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ مقام علیین بھی ساتویں آسمان پر زیر عرش ہے اور جنت کا بھی یہی مقام خود قرآن کریم کی تصریح سے ثابت ہے: ''عند سدرۃ المنتھی عندھا جنت الماوی '' اس میں تصریح ہے کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے اور ''سدرۃ'' کا ساتویں آسمان میں ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ اس لئے مقام ارواح جب علیین ہوا تو وہ جنت کے متصل ہے، اور ان ارواح کو جنت کے باغات کی سیر نصیب ہے۔ اس لئے ان کا مقام جنت بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کفار کی ارواح سجین میں ہیں اور وہ ساتویں زمین میں ہے اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جہنم بھی ساتویں زمین میں ہے اور اہل سجین کو جہنم کی تپش اور ایذائیں پہنچتی رہیں گی۔ اس لئے ان کا مقام جہنم میں کہہ دینا بھی صحیح ہے۔ (تفسیر معارف القرآن مفتی محمد شفیع ج ۸ ص ۲۹۰)

جس روایت میں ارواح کا قبروں میں رہنا معلوم ہوتا ہے۔ یہ بظاہر باقی دونوں روایتوں سے بہت مختلف ہے۔ چنانچہ اس کی تطبیق اور باقی تمام اقوال کی تطبیق میں سورہ نازعات کی تفسیر کے تحت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ نے ایسی بہترین تحقیق کی ہے۔ جس سے بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ کہ: ''حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نفس انسانی ایک جسم لطیف ہے جو اس کے جسم کثیف کے اندر سمایا ہوا ہے اور وہ انہیں مادی عناصر اربعہ سے بنا ہے۔ فلاسفہ اور اطباء اس کو روح کہتے ہیں، مگر درحقیقت روح انسانی ایک جوہر مجرد اور لطیفہ ربانی ہے، جو اس طبعی روح یعنی نفس کے ساتھ ایک خاص تعلق رکھتا ہے اور طبعی روح یعنی نفس کی حیات خود اس لطیف ربانی پر موقوف ہے۔ گویا اس کو ''روح الروح'' کہتے کہ جس کی زندگی نفس سے ہے اور نفس کی زندگی اس روح سے وابستہ

ہے۔اس روح مجرد اور لطیفہ ربانیہ کا تعلق اس جسم لطیف یعنی نفس کے ساتھ کیا اور کسی طرح کا ہے اس کی حقیقت کا علم ان کے پیدا کرنے والے کے سواء کسی کو نہیں اور یہ جسم لطیف جس کا نام نفس ہے۔اس کو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک آئینہ کی مثال بنایا ہے جو آفتاب کے بالمقابل رکھ دیا گیا ہو تو آفتاب کی روشنی اس میں ایسی آجاتی ہے کہ یہ خود آفتاب کی طرح روشنی پھیلاتا ہے نفس انسانی اگر تعلیم وحی کے مطابق ریاضت ومحنت کر لیتا ہے تو وہ بھی منور ہو جاتا ہے، ورنہ وہ جسم کثیف کے خراب اثرات میں ملوث ہوتا ہے۔یہی جسم جس کو فرشتے اوپر لے جاتے ہیں اور پھر اعزاز کے ساتھ نیچے لاتے ہیں۔جب کہ وہ منور ہو چکا ورنہ آسمان کے دروازے اس کے لئے نہیں کھلتے۔اوپر ہی سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے، یہی جسم لطیف ہے، جس کے بارے میں حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نے اس کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا ہے۔پھر اس میں لوٹائیں گے۔پھر اس سے دوبارہ پیدا کریں گے۔یہی جسم لطیف ہے اعمال صالحہ سے منور اور خوشبودار بن جاتا ہے اور کفر وشرک سے بدبودار ہو جاتا ہے۔باقی روح مجرد اس کا تعلق جسم کثیف کے ساتھ بواسطہ جسم لطیف یعنی نفس کے برابر ہوتا ہے اس پر موت طاری نہیں ہوتی قبر کا عذاب وثواب بھی اسی جسم لطیف یعنی نفس سے وابستہ ہے اور اس نفس کا تعلق قبر سے ہی رہتا ہے اور روح مجرد علیین میں ہوتی ہے اور روح مجرد اس کے ثواب وعذاب سے باواسطہ متاثر ہوتی ہے۔اس طرح روح کا قبر میں ہونا بمعنی نفس کے صحیح ہے اور اس کا عالم ارواح یا علیین میں رہنا بمعنی روح مجرد صحیح ہے اس سے ان روایت مختلفہ کی تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔'' واللہ اعلم!

(تفسیر مظہری بحوالہ معارف القرآن ج ۸ ص ۶۶۵)

خلاصہ یہ کہ روح کی دو قسمیں ہیں ایک جسم لطیف ہے اور وہ مادی جسم ہے مگر لطیف ہے نظر نہیں آتا، اس کو نفس کہتے ہیں۔دوسری روح مجرد ہے مادی نہیں اور یہی روح مجرد ہی روح اور روز اول کی حیات ہے۔اس لئے اس کو ''روح الروح'' کہہ سکتے ہیں۔انسانی جسم کے ساتھ تعلق تو ان دونوں قسم کی روحوں کا ہے، مگر پہلی قسم کے نکلنے ہی کا نام موت ہے۔دوسری روح اس کا اُس پہلی روح سے تعلق قریب تو ہے، مگر اس تعلق کی حقیقت اللہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں، مرنے کے بعد روح اوّل تو آسمانوں میں لے جائی جاتی ہے۔پھر قبر میں لوٹا دی جاتی ہے، اس کا مستقر قبر ہی ہے، اسی پر عذاب وثواب ہوتا ہے اور روح مجرد علیین یا سجین میں رہتی ہے۔اس طرح اقوال حدیث بھی جمع ہو گئے مستقر ارواح کا جنت یا علیین میں یا اس کے بالمقابل جہنم یا سجین میں ہونا روح مجرد کے اعتبار سے ہے اور ان کا مستقر قبر میں ہونا روح کی قسم اوّل یعنی نفس کے اعتبار سے ہے، جو جسم لطیف ہے اور مرنے کے بعد قبر میں رہتا ہے۔واللہ اعلم!

حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ تحریرات حدیث میں فرماتے ہیں: ''حدیثوں میں آتا ہے کہ منکر ونکیر قبر میں آکر میت کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوالات پوچھتے ہیں اسی طرح نیک لوگوں کو قبر میں فرح وسرور اور بدکاروں کو عذاب ہوتا ہے، پھر اس کا کیا مطلب ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر سے گڑھا مراد نہیں برزخ مراد ہے اور میت کو بٹھانا اور اس سے سوال کرنا وغیرہ برزخی امور ہیں جنہیں محسوسات پر قیاس نہیں جا سکتا ہے، خود روح کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ برزخ میں لذت والم اور سرور وعذاب کا احساس روح کو ہرگز نہیں ہوتا روح ایک ایسی چیز ہے جو احساس الم سے ماوراء ہے اسے تکلیف تو کسی حال میں نہیں ہوتی البتہ اسے لذت وسرور کا احساس ضرور ہوتا ہے،

احساس الم نفس کو ہوتا ہے، جو روح سے ایک جدا چیز ہے البتہ روح سے اس کا ایک گہرا تعلق ہے، جیسا کہ دھوئیں کا آگ سے، یہ نفس بدن کا جز و اصلی ہے جو ابتداء سے آخر تک باقی رہتا ہے۔ یہی وہ نسمہ ہے جسے جنت میں پرندے کے قالب میں داخل کیا جائے گا۔　(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تحریرات حدیث ص ۲۰۸ تا ۲۱۰)

یہ بات کہ نفس روح سے الگ چیز ہے، اس کی تحقیق حضرت علامہ محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے یوں کی ہے:

روح اور نفس میں فرق

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ روح اور نفس دونوں ایک شئے ہیں یعنی روح اور نفس ایک ہی شئے کے دو نام ہیں یا دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ ہر ایک کی حقیقت اور ماہیت ہے بعض اہل علم کے نزدیک نفس اور روح ایک شئے ہیں۔ مگر علمائے محققین کے نزدیک روح اور نفس دو علیحدہ علیحدہ حقیقتیں ہیں۔ روح انسان کو آخرت کی طرف بلاتی ہے، جب کہ نفس دنیا کی طرف بلاتا اور کھینچتا ہے۔

استاد ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اخلاق حمیدہ کا معدن اور منبع کا نام روح ہے اور اخلاق ذمیمہ کے معدن اور سرچشمہ کا نام نفس ہے مگر جسم لطیف ہونے میں دونوں مشترک ہیں، جیسے ملائکہ اور شیاطین جسم لطیف ہونے میں دونوں شریک ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ملائکہ نورانی ہیں اور شیطان ناری ہیں۔''

عذاب قبر اور کچھ عقلی دلائل

مسلمانوں کی تسلی اور اطمینان کا ذریعہ تو قرآن کریم، حدیث شریف اور اجماع امت کے واضح دلائل ہیں وہ ان کی موجودگی میں کسی اور چیز کا قطعاً محتاج نہیں ہوتا، لیکن آج کی مادہ پرست دنیا اور عقل نارسا کی پجاری نئی نسل کے لئے کچھ عقلی مثالوں کی ضرورت ہے۔ اس سے قبل کئی سارے دلائل عقلیہ ضمناً ذکر ہوئے ہیں تاہم آئندہ سطور میں کچھ مزید دلائل بھی ملاحظہ ہوں:

(۱) قبر میں راحت عذاب سے بڑھ کر بھی زیادہ تعجب خیز نمونہ اللہ نے دنیا میں دکھایا ہے، جس میں ہم پورا یقین بھی رکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی کی شکل میں آ کر باقاعدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہوتے ہیں اور قریب میں بیٹھنے والے کو کوئی چیز نظر نہیں آتی ہے، نہ سنائی دیتی ہے، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہی حالت ہے۔ اسی طرح لوگوں کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنات کے ساتھ اونچی آواز کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اور حاضرین کو پتہ ہی نہیں۔ مسلمانوں کی موجودگی میں فرشتے آ کر کفار کی گردنوں کو مارتے ہیں اور ان پر چیخ مارتے ہیں، مگر مسلمانوں کو کوئی ادراک نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے کراماً کاتبین کا آپس میں باتیں کرنا احادیث سے ثابت ہے۔ مگر ہم ان کا ایک جملہ کوشش کے باوجود بھی نہیں سن سکتے ہیں تو پھر عالم برزخ سے کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے۔

(۲) ریڈیو وغیرہ کے پاس بیٹھنے والے کسی واسطے کے بغیر مشرق و مغرب کی اصلی آواز سنتے ہیں۔ اس لئے کہ ریڈیائی لہروں کی وجہ سے یہ آواز ریڈیو پر تو سنائی دیتی ہے مگر ہم فضاء میں اس آواز کو نہیں سن سکتے ہیں۔ پھر قبر کے معاملے کا کیوں انکار ہے۔

(۳) راحت و کلفت قبر ایک حقیقت ہے، لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم سے کوئی مخفی شئے اور پوشیدہ

ہوتی ہے اور ہم اس کو محسوس نہیں کر سکتے مگر اس کے آثار کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ایسی شئے کے وجود کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ایتھر ایک قسم کی گیس ہے جو تمام خلاء میں پھیلی ہوئی ہے اور روشنی کا مدار بھی ایتھر پر ہے لیکن اس کا ادراک حواس سے نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بے شمار چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے احساس سے ہمارے حواس قاصر ہیں مگر لامحالہ ان کے وجود کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

(۴) قرآن وحدیث نے عالم برزخ کے متعلق جو خبر دی ہے وہ سب حق اور صدق ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی ایسے امر کی خبر نہیں دی جو عقلاً محال اور ناممکن ہو، عالم آخرت کے متعلق جو خبر دی ہے یا تو وہ خود ان کی چشم دید ہے یا جن فرشتوں نے ان کو خبر دی ہے ان کی چشم دید ہے اور تمام عقلاء کے نزدیک یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو شئے عقلاً ممکن ہو اور کوئی مخبر صادق اس کے وجود اور وقوع کی خبر دے تو عقلاً اس خبر کو قبول کرنا اور تسلیم کرنا لازم اور ضروری ہے اور کسی کا کسی چیز کو نہ دیکھنا اس شئے کی عدم کی دلیل نہیں، بینا کا مشاہدہ نابینا پر حجت ہے اور نابینا کا نہ دیکھنا بینا پر حجت نہیں۔ (معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی ج ۴ ص ۳۶۴)

(۵) ایک انسان حمل کے دوران مجموعی طور پر نو ماہ دس دن اپنی ماں کے پیٹ میں رہتا ہے اور دوران اس کی دنیا محدود ہوتی ہے، بلکہ ماں کے پیٹ میں بچے کی سوچ، وسائل ہر شئے محدود ہوتی ہے، ایسے میں اگر کوئی کہہ دے کہ بہت جلد تم ایک بہت بڑی دنیا میں جانے والے ہو جہاں کھانے، رہنے، ہنسنے کھیلنے کے بے شمار مواقع ہوں گے تو وہ شاید بھی یقین نہ کرے لیکن ہم سب پیدائش کے بعد اس غیر یقینی کیفیت کو یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتے ہیں، ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں ہماری آمد بالکل واضح طور پر اس دنیا سے عالم برزخ کو ثابت کر رہی ہے۔

انسان ایک خاص تعداد میں فریکوئنسی (FREQUENCY) کی آواز ہی سن سکتا ہے، بیس ہزار سے کم اور بیس ہزار (بیس کلو) سے زیادہ تعداد کی آواز انسان کی سماعت سے باہر ہے، یہ قدرت کا قانون ہے اور اس قانون کی صورت میں اللہ پاک انسان کو یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ جس طرح انسان بہت سی آواز میں موجود ہونے کے باوجود نہیں سن سکتا، ٹھیک اسی طرح قبر میں ہونے والے عذاب کی آواز سننا بھی اس کے بس میں نہیں۔

(رسالہ الفاروق ش نمبر ۲، ج ۱۲ / بابت ماہ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ)

(۶) دنیا دار الاسباب ہے یہاں سبب اور مسبب میں ربط وتعلق کا نظام ہے۔ مثلاً جلانے کا سبب آگ ہے، یہ خاصیت آگ میں رکھی گئی ہے، ٹھنڈک کے لئے پانی اور روشنی کے لئے چمک دار ستارے سبب ہیں، لیکن یہ خاصیات اشیاء کی ذاتی اور طبعی نہیں، بلکہ واضع اور صانع حقیقی (اللہ) نے ہر چیز میں مخصوص خاصیت رکھی ہے، لوگوں نے ظاہری طور پر دیکھ کر آثار دخاصیت کے لئے اسباب کی حیثیت لازم ماہیت (حقیقت) قرار دی۔ چنانچہ فلاسفہ نے حکم لگایا ہے کہ آگ اگر آگ ہے تو اس کا نہ جلانا محال اور ناممکن ہے۔ پانی اگر پانی ہے تو اس کا نہ بہنا اور ٹھنڈک پیدا نہ کرنا مشکل اور غیر متصور ہے۔ اسی طرح ہمارے سامنے کوئی چیز قابل نظر پڑی ہو اور دیکھنے کے لئے کوئی مانع نہیں تو یہ ناممکن ہے کہ ایک آدمی دیکھے اور دوسرا نہ دیکھ سکے لیکن یہ سب واہیات اور بے دلیل قسم کے خیالات وافکار ہیں اور اسی وجہ سے تو لوگ صانع اور مختار (اللہ) کے وجود کے بھی منکر ہو گئے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

حقیقت یہ ہے کہ جس ذات نے اسباب اور اشیاء کے درمیان ربط کا نظام قائم کیا ہے، وہ ذات کبھی یہ

رابطہ منقطع بھی کرتی ہے اور اسباب بغیر تاثیر کے رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ آگ جلانے سے جلانے، پانی سے ٹھنڈک اور صحیح آنکھوں سے دیکھنے کی خاصیت واثر بھی ختم بھی ہوجاتا ہے، کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں نہیں ڈالے گئے، پھر آگ نے انہیں کیوں نہیں جلایا؟ لہٰذا عذاب قبر اور برزخ کے بارے میں جو اخبار صحیح وارد ہوچکی ہیں ان میں کوئی ناممکن اور محال نہیں۔ اگرچہ ہم سن سکتے اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ (احکام القرآن ج ۴ ص ۱۷۰)

(۷) ''سورۃ التکاثر'' ابتدائی آیت سے صراحتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی غفلت موت اور قبر تک ہے، اس کے بعد اسے حقیقت حال کا علم ہوجائے گا اور یہ ممکن نہیں کہ مجرم خوف زدہ نہ ہو اور صالح خوش نہ ہو اور دونوں اسی طرح غفلت میں منہمک رہیں، بلکہ مجرم کو سزا کا ڈر اور صالح کو جزاء کا منظر ہمہ وقت حاضر رہتا ہے۔

(۸) اگر امریکہ چاند پر اپنے آدمی اتار کر حیرت انگیز معلومات سے دنیا کو محو حیرت کرسکتا ہے، سائنس (SCIENCE) کی ایجادات سے اطراف عالم کے مہینوں، سالوں کا سفر گھنٹوں میں اور منٹوں کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ یہ تو انسانی کوشش اور محنت کا ایک نتیجہ ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کی قادر مطلق ذات کو اس پر قدرت نہیں کہ کسی بھی صورت میں کسی بھی کیفیت سے بندہ کو قبر میں راحت وکلفت دیں؟

(۹) حال ہی میں اخبار جنگ کے مشہور کالم ذکر وفکر کے تحت ''دنیا کے اس پار'' عنوان کے نام سے جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی نے ایک طویل مضمون لکھا ہے، جس میں آپ نے ایک امریکی ڈاکٹر ریمنڈ اے مودی (RAYMONDAMOODI) کی کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان کتابوں میں کچھ ایسے لوگوں کے دلچسپ تجربات ومشاہدات جمع کئے گئے ہیں جو موت کی دہلیز تک پہنچ کر واپس آگئے اور انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ انہوں نے موت کے دروازے پر پہنچ کر کیا دیکھا؟

ان کتابوں میں صرف ان لوگوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں جنہیں بیماری کی انتہائی شدت میں مردہ قرار دیا گیا اور پھر دل کی مالش اور مصنوعی تنفس دلانے سے واپس ہوش میں آگئے۔ ڈاکٹر مودی نے اس سلسلے میں ڈیڑھ سو افراد سے انٹرویو کیا، وہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے تھے اور مختلف جگہوں کے باشندے تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی نظر آنے والی کیفیت کو اپنے طریقے سے بیان کیا لیکن بحیثیت جو مشترک باتیں (COMMONELEMENTS) ہیں ان میں سے تقریباً ہر شخص کے بیان میں موجود تھیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

ایک شخص مرنے کے قریب ہے اس کی جسمانی حالت ایسی حد تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ خود سنتا ہے کہ اس کے ڈاکٹر نے اس کے مردہ ہونے کا اعلان کردیا۔ اچانک اسے ایک تکلیف دہ شور سا سنائی دیتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ انتہائی تیز رفتاری سے ایک طویل اور اندھیری سرنگ میں جارہا ہے، اس کے بعد اچانک وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے جسم سے باہر آگیا ہے، وہ اپنے ہی جسم کو فاصلے سے ایک تماشائی بن کر دیکھتا ہے، اسے نظر آتا ہے کہ وہ خود کسی نمایاں جگہ پر کھڑا ہے اور اس کا جسم جوں کا توں چار پائی پر ہے اور اس کے ڈاکٹر اس کے جسم پر جھکے ہوئے اس کے دل کی مالش کررہے ہیں یا مصنوعی تنفس دینے کی کوشش میں مصروف ہیں، تھوڑی دیر میں وہ اپنے حواس بحال کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس نئی حالت میں بھی اس کا ایک جسم ہے لیکن وہ جسم اس جسم سے مختلف ہے، جو وہ چھوڑ آیا ہے، اسی حالت میں کچھ دیر بعد اسے اپنے عزیز اور دوست نظر آتے ہیں جو مرچکے

تھے اور پھر اسے ایک نورانی وجود نظر آتا ہے، جو اس سے یہ کہتا ہے کہ تم اپنی زندگی کا جائزہ لو، اس کا یہ کہنا ماورائے الفاظ ہوتا ہے اور پھر وہ خود اس کے سامنے تیزی سے اس کی زندگی کے تمام واقعات لا کر ان کا نظارہ کراتا ہے ایک مرحلے پر اسے سامنے کوئی رکاوٹ نظر آتی ہے جس کے بارے میں وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ دنیوی زندگی اور موت کے بعد کی زندگی کے درمیان ایک سرحد ہے اس سرحد کے قریب پہنچ کر اسے پتہ چلتا ہے کہ اسے اب واپس جانا ہے، ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا۔ اس کے بعد انجانے طریقے پر وہ واپس اپنے اسی جسم میں لوٹ آتا ہے جو وہ چارپائی پر چھوڑ کر گیا تھا، صحت مند ہونے کے بعد وہ اپنی یہ کیفیت دوسروں کو بتانا چاہتا ہے، لیکن اوّل تو اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے تمام انسانی الفاظ ناکافی معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرا اگر وہ لوگوں کو یہ باتیں بتائے بھی تو وہ مذاق کرنے لگتے ہیں، لہٰذا وہ خاموش رہتا ہے۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ: ''جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ دوسرے جہاں کی جھلکیاں تو ہوسکتی ہیں لیکن مرنے کے بعد پیش آنے والے واقعات نہیں۔ اس لئے کہ جو شخص واقعتاً موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے وہ پلٹ کر یہاں نہیں آتا۔ مابعد الموت کے بارے میں ہمیں جتنے حقائق معلوم ہونے ضروری ہیں وہ وحی الٰہی کے بے غبار راستے سے آنحضرت ﷺ نے ہمیں پہنچا دیئے ہیں اور وہ اپنی تصدیق کے لئے اس قسم کے بیانات کے محتاج نہیں، لیکن ان مشاہدات کے بعض پہلوؤں کی تائید قرآن وسنت کے بیان کردہ حقائق سے ضرور ہوتی ہے۔ مثلاً ان تمام بیانات کی یہ قدر مشترک کہ قرآن وسنت سے کسی شک وشبہ کے بغیر ثابت ہے کہ زندگی صرف اس دنیا کی حد تک محدود نہیں جو ہمیں اپنے گرد وپیش میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ بلکہ دنیا کے اس پار ایک عالم اور ہے جس کی کیفیات کا ٹھیک ادراک ہم مادی کثافتوں کی قید میں رہتے ہوئے نہیں کر سکتے کہ یہ کیا عالم ہے؟ اس کے کیا تقاضے ہیں؟ اور اس تک پہنچنے کے لئے کسی قسم کی تیاری ضروری ہے؟ یہی باتیں بتانے کے لئے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے ہیں، کیونکہ یہ باتیں ہم صرف اپنے حواس اور اپنی اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتے۔ آخری دور میں یہ باتیں ہمیں حضور نبی کریم ﷺ نے اس اسلامی شریعت کے ذریعے بتادی ہیں اور جسے اس عالم کے لئے ٹھیک ٹھیک تیاری کرنی ہو وہ اس شریعت کو سیکھ لے اس پر اس عالم کے حقائق بھی واضح ہو جائیں گے اور وہاں تک پہنچنے کا صحیح طریقہ بھی آجائے گا۔ (مختصراز اخبار جنگ جمعرات ۱۲ رمحرم الحرام ۱۴۱۷ھ بمطابق ۳۰ رمئی ۱۹۹۶ء)

اہل علم کی ایک اہم نصیحت

قرآن کریم، حدیث شریف اور اجماع امت کی روشنی میں علمائے حق اس بات پر متفق ہیں کہ راحت وعذاب قبر ایک مضبوط عقیدہ ہے، جس میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، جمہور امت اور حضرات سلف صالحین نے قرآن کریم اور سنت رسول کے معانی ومطالب سے یہی سمجھا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کو جس طرح سلف صالحین نے سمجھا اور بیان کیا ہے وہی زیادہ قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ ان میں علم اور عمل کا عمیق، خدا خوفی اور ورع وتقویٰ جس طرح موجود تھا وہ بعد کے آنے والوں کو نصیب نہیں ہوسکا اور زمانہ رسالت کے قرب کی برکت اور خیر القرون کی سعادت سے جس انداز سے وہ بہرہ ور ہوئے وہ انہی حضرات کا حصہ ہے اور پھر جمہور امت اور کثریت کا خطاء سے محفوظ رہنا نصوص سے ثابت ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

اس لئے قرآن کریم کی ہر آیت اور ہر حدیث کا مطلب سمجھنے کے لئے حضرات سلف صالحین کا دامن تھامنا ضروری ہے اور یہی نجات کا راستہ ہے۔ (مقدمہ تسکین باختصار ص ۸۰)

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلے کا ذکر کرتے ہوئے ایک کیا ہی عجیب نصیحت فرماتے ہیں:

”والذي أوصيك به أن تكثر نظرك في تفصيل ذلك ولا تشتغل بمعرفته، بل اشتغل في التدبير لدفع العذاب كيف ماكان فان اهملت العمل والعبادة واشتغلت بالبحث عن ذلك كنت كمن أخذه سلطان وأجلسه ليقطع يده ويجدع أنفه فاخذ طول الليل يتفكر في انه هل يقطعه بسكين أو بسيف أو موسى؟ واهمل طريق الحيلة في دفع أصل العذاب عن نفسهو هذا غاية الجهل“

میری نصیحت یہ ہے کہ عذاب قبر کی تفصیل میں زیادہ نہ جائے، اس کی ذاتی حقیقت ومعرفت حاصل کرنے کے بجائے جس طرح بھی ہوسکے دفع عذاب کی تدبیر میں مشغول ہو جاؤ، اگر آپ عبادت وعمل چھوڑ کر صرف اس کی بحث وتلاش میں منہمک ہوئے تو اس کی مثال یوں ہوگی کہ ایک بادشاہ نے کسی کو اس لئے گرفتا کروادیا تاکہ اس کا ہاتھ اور ناک کٹوائے اور آدمی پوری رات ان تصورات اور افکار میں مستغرق ہے کہ پتہ نہیں بادشاہ میری ناک اور ہاتھ چھری، تلوار اور استرے تینوں آلات میں سے کس سے کٹوائے گا؟ حالانکہ اس جاہل کو اصل عذاب کے دفاع کی تدبیر کی ضرورت تھی۔

عذاب قبر اور مسئلہ تکفیر

قرآن وسنت اور اجماع امت کے صریح دلائل کے پیش نظر راحت وعذاب قبر کا یہ عقیدہ اتنا مضبوط ہے کہ حضرات فقہاء کرام کا ایک گروہ عذاب قبر کے منکر کو کافر کہتا ہے۔ حالانکہ وہ تکفیر کے مسئلہ میں بڑا محتاط ہے اور ان کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر کسی ایک کلمہ میں مثلاً سو معانی کا احتمال بھی پیدا ہوسکتا ہو جن میں ننانوے پہلو کفر کے نکلتے ہوں اور صرف ایک ہی پہلو اسلام کا پیدا ہوتا ہو تو قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ قائل کی مراد اسلام ہی کا پہلو ہو۔ ہاں! اگر وہ خود ہی کفر کا کوئی معنی اور پہلو متعین کردے تو پھر کفر کے فتوی سے اس کو کوئی تاویل نہیں بچا سکتی۔ مسئلہ کی وضاحت کے لئے مسلم حضرات فقہاء کرام کی عبارات ملاحظہ ہوں:

(۱) ”ولا يجوز الصلوة خلف من ينكر شفاعة النبي عليها الصلوة والسلام وينكر كرام الكاتبين، وعذاب القبر وكذا منينكر الرؤية لانه كافر“ (خلاصہ الفتاوی ج ۱ ص ۱۴۹)

جو شخص حضور علیہ السلام کی شفاعت کراما کاتبین عذاب قبر اور رؤیت باری تعالیٰ (قیامت میں دیدار الہی) کا منکر ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں، کیونکہ وہ کافر ہے۔

(۲) حافظ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت بھی اس قسم کی ہے، انہوں نے تکفیر کی علامت یہ بیان کی ہے کہ عذاب قبر کا مسئلہ شارع علیہ السلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۷ طبع مصر وفتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۲۰۱۷ طبع مصر)

(۳) امام قرطبی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ”اے بھائیو! تم بخوبی جان لو کہ قبر کا عذاب اور اس کی راحت برحق ہے جیسا کہ احادیث صراحت کے ساتھ اس پر دلالت کرتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جنوں اور انسانوں کی آنکھوں اور کانوں سے قبر کے عذاب اور راحت کو اوجھل رکھتا ہے۔ کیونکہ حکمت الہی کا یہی تقاضا ہے،

آگے فرماتے ہیں کہ: و من شك في ذلك فهو ملحد'' (مختصر تذکرۃ القرطبی العبد الوہاب الشعرانی ص ۶ طبع مصر)
یعنی جو شخص عذاب قبر کا انکار کرے تو وہ ملحد ہے۔

(۴) ''منكر الشفاعة لاهل الكبائر و الرؤية وعذاب القبر و منكر الكرام الكاتبين كافر''
(سائل بحر العلوم ص ۱۹۹، بحوالہ تسکین الصدور ص ۸۴)

اہل کبائر کے لئے شفاعت رویت باری تعالیٰ عذاب قبر اور کراماً کاتبین کا انکار کرنے والا شخص کافر ہے۔
علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اثبات التثبيت'' اور ''شرح المنية الكبير'' میں عذاب قبر کو غایت احتیاط کی وجہ سے اگر چہ کافر نہیں قرار دیا گیا ہے۔ تاہم مبتدع اور فاسق کے درجے سے تو پھر بھی خارج نہیں۔
(احکام القرآن ج ۴ ص ۹۵ و شرح منیۃ الکبیر مجتبائی ص ۴۸۰)

عذاب قبر کے عبرت انگیز واقعات

عام سنت اللہ اور عادۃ اللہ یہی ہے کہ برزخ کی واردات کو جن وانس سے کلی طور پر مخفی رکھا جاتا ہے نہ ہم اس کو دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔ چنانچہ زید بن ثابت کی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''ان هذه الامة تبتلى فى قبورها فلو لا ان لا تدافنوا الدعوت الله ان يسمعكم من عذاب القبر الذي اسمع منه''
(صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۸۸)

یہ امت قبروں میں آزمائی جاتی ہے، اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تم کو بھی قبر کا عذاب سنائے جو میں سن رہا ہوں۔ لیکن کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بطور خرق عادت کے کسی مرنے والے کے برزخی عذاب یا راحت کی کوئی جزوی کیفیت کسی حکمت اور مصلحت کی بناء پر اپنے کسی بندے کو دکھلا دیتے ہیں، شیخ ابن القیم نے ''کتاب الروح'' میں اس قسم کے بڑے عبرت انگیز واقعات قریباً پانچ چھ صفحے پر نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''وهذه الاخبار واضعافها واضعاف اضعافها مما لا يتسع لها الكتاب مما اراه الله سبحانه بعض عباده من عذاب القبر و نعيمه عيانا واما رؤية المنام فلو ذكرناها لجاء عدة اسفار وليس عند الملاحدة والزنادقة الا التكذيب مما لم يحيطوا به علمه''

(کتاب الروح ص ۱۱۲، معارف الحدیث ج ۱ ص ۲۰۳)

یعنی یہ واقعات جو میں نے یہاں ذکر کئے ہیں اس قسم کے اور بھی بے شمار واقعات ہیں جن کی اس کتاب میں گنجائش نہیں، یہ سب اسی قبیل سے ہیں کہ اللہ پاک اپنے بعض خاص بندوں کو قبر کے عذاب یا راحت کا مشاہدہ بھی کرا دیتا ہے، یعنی بیداری کی حالت میں آنکھوں سے دکھا دیتا ہے، رہا خواب دیکھنا تو اس کے واقعات بے شمار ہیں لیکن ملحد اور زندیق قسم کے لوگ جن حقیقتوں سے ناآشنا اور محروم ہیں، ان کو جھلاتے اور ان کا انکار کرتے ہیں، دین میں چند واقعات لکھے جاتے ہیں:

(۱) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ غروب آفتاب کے قریب کہیں تشریف لے جارہے تھے، اچانک کچھ غیر مانوس آوازیں سنائی دینے لگیں، ان آوازوں کو سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ یہودیوں کی آوازیں ہیں، اور ان پر اس وقت سخت عذاب ہو رہا ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

مرتد کی لاش

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے یہاں ایک شخص منافق مسلمان بنا ہوا کتابت کے کام پر مامور تھا، کچھ دنوں کے بعد اس نفاق پر بھی قائم نہ رہا بلکہ کھل کر کافر ہو گیا، اس کی یہ حرکت آنحضرت ﷺ کو بے حد ناگوار گزری اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اب اس شخص کی لاش کو زمین بھی کبھی قبول نہیں کریں گی، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد مجھے ابو طلحہ نے آ کر بتایا اور وہ خود اس کی قبر پر جا کر دیکھ آئے تھے کہ بجائے قبر کے اندر ہونے کے اس کی لاش باہر ہی پڑی سڑ رہی تھی۔ (بخاری و مسلم موت کے حیرت انگیز واقعات)

(۳) گندگی اور چغل خوری کی سزا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے، کہ جب آنحضرت ﷺ نامعلوم قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمانے لگے کہ اس وقت ان دونوں قبروں کے ساکنوں پر عذاب نازل کیا جا رہا ہے اور عذاب بھی معمولی معمولی جرموں پر ہو رہا ہے۔ (یعنی گندگی اور چغل خوری کی وجہ سے) (بخاری و مسلم ج ۱ ص ۵۱۱)

(۴) گستاخی کا انجام

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی قبر مبارک پر پاخانہ کر جایا کرتا تھا، کچھ ہی دنوں کے بعد یہ شخص بالکل مجنون ہو گیا اور کتوں کی طرح بھونکنے لگا اور بھونکتے بھونکتے ہی مر گیا لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی قبر سے اب بھی چیخنے اور خرخرانے کی آواز آیا کرتی ہے۔ (ابن عساکر)

(۵) کالا سانپ

یزید بن زیاد رضی اللہ عنہ اور عمار بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد مارا گیا اور سر کاٹ کے لایا گیا تو دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑا بھاری کالا سانپ کسی طرف سے آیا اور کئی مرتبہ ناک کے راستے سے گھس کر منہ کے راستے باہر آتا جاتا رہا، اس کے بعد معلوم نہیں کہ کدھر رینگ گیا، جو لوگ اس وقت وہاں موجود تھے وہ اس واقعہ کو بڑی حیرت و تعجب کی نظر سے دیکھتے رہے، اس کے بعد سب نے سانپ کو تلاش کیا مگر اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔

(ملخصاً از ترمذی ج ۲ ص ۱۲۸، ابواب المناقب)

(۶) خوفناک عذاب

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص لوہاری منڈی میں بغداد میں آیا اور تھوڑی سی لوہے کی کیلیں بیچ گیا، ان کیلوں کے دو سرے بنے ہوئے تھے، اس لوہار نے جس نے ان کیلوں کو خریدا تھا، جب آگ میں تپا کر نرم کرنا چاہا تو باوجود بڑی سے بڑی ہتھوڑی استعمال کر ڈالنے کے سیدھا نہیں کر سکا، عاجز آ کر اس نے بیچنے والے کو ڈھونڈنا شروع کیا کہ آخر اتنے سخت لوہے کی کیلیں اسے کہاں سے دستیاب ہوئیں تھوڑی دیر کے بعد ایک دکان پر وہ

آدمی بیٹا ٹال گیا۔ اس سے پوچھا تو اس نے اصل حقیقت بتانے سے گریز کیا۔ اتنے میں کچھ اور لوگ بھی اسے گھیر کر کھڑے ہو گئے، اس نے ٹالنے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو کہنے لگا کہ میں ان کیلوں کو ایک قبر سے نکال کر لایا ہوں، یہ اس قبر کے مردے کی ہڈیوں میں جڑی ہوئی تھیں۔ اس کے ساتھ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ خود بھی انہیں نکالنے سے عاجز آ گیا تھا، آخر کار ایک پتھر سے اس کی ہڈیاں توڑ کر میں علیحدہ کر سکا۔ (کتاب الروح)

(۷) قبر کے شعلے اور دھواں

ایک آدمی پابند نمازی تھے بھی ہونے کے ساتھ ساتھ با اخلاق بھی تھے لیکن مرنے کے بعد اس کی قبر کھود کر تیار کر لی گئی۔ جوں ہی میت قبر میں اتارنے کے لئے لائے تو لوگ کیا دیکھتے ہیں کہ یکا یک قبر خود بخود بند ہو گئی، سارے لوگ حیران رہ گئے، دوبارہ زمین کھودی گئی، جب میت اتارنے لگے تو پھر قبر خود بخود بند ہو گئی، آخر کار چوتھی بار تدفین میں کامیابی ہو گئی۔ فاتحہ پڑھ کر سب لوٹے اور چند قدم چلے ہی تھے کہ ایسا محسوس ہوا جیسے زمین زور زور سے ہل رہی ہو، لوگوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک ہوش اڑا دینے والا منظر تھا۔ آہ! قبر میں دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ اس میں سے آگ کے شعلے اور دھواں اٹھ رہا تھا اور قبر کے اندر سے چیخ و پکار کی آواز بالکل صاف سنائی دے رہی تھی، لوگ پریشان تھے کہ ایسی کون سی خطاء تھی جس کے سبب یہ اس قدر ہولناک عذاب قبر میں مبتلاء ہو گیا ہے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ مرحوم نے رشوت کے زور پر ایک سرکاری محکمہ میں ملازمت اختیار کر لی تھی اور اچھا خاصا بینک بیلنس بھی بنایا تھا اور سخاوت بھی اسی مال حرام سے کیا کرتا تھا۔ (یہ مضمون نوائے وقت کے میگزین میں شائع ہوا)

(۸) ایک افسر کا دردناک واقعہ

راولپنڈی کے قبرستان رتہ امرال میں پیش آنے والے سرکاری محکمہ کے ایک افسر کا واقعہ جو غالباً ۱۹۹۲ء میں پیش آیا۔ ایک پولیس افسر کا جنازہ قبرستان لایا گیا، جب اسے قبر میں اتارا جانے لگا تو اس کی قبر یکا یک ٹیڑھی ہو گئی۔ دوسری بار صحیح کیا پھر ٹیڑھی ہو گئی اور تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا، قبر اس حد تک ٹیڑھی ہو جاتی کہ تدفین ممکن نہ ہوتی۔ بالآخر شرکاء جنازہ نے مل جل کر مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی اور ہر حال میں تدفین کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ پانچویں بار قبر ٹیڑھی ہونے کے باوجود میت کو زبردستی اس قبر میں اتارا گیا، بلکہ ٹھونسا گیا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

آخری گزارش

اب آپ سوچئے کہ ہماری عبرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دکھا دیا۔ اب بھی اگر ہم عبرت نہ پکڑیں تو یہ ہماری یہی نالائقی ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو اتمام حجت ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ عذاب قبر کی تفصیل اور اس کی ذاتی حقیقت و معرفت حاصل کرنے کے بجائے جس طرح بھی ہو سکے دفع عذاب کی تدبیر میں مشغول ہو جائیں اور اس قبر کی تیاری میں لگ جائیں جو ہر روز پکارتی ہے کہ میں مسافرت اور تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی اور کیڑوں کا گھر ہوں۔ اللھم احفظنا من فتنۃ النار و عذاب القبر, آمین!

دعاؤں کا محتاج

زرمحمد ...... ۲۱ شوال ۱۴۱۷ھ